الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

جون
2025

ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور

مسلمانوں کی آزادی اور خود مختاری پر حملہ

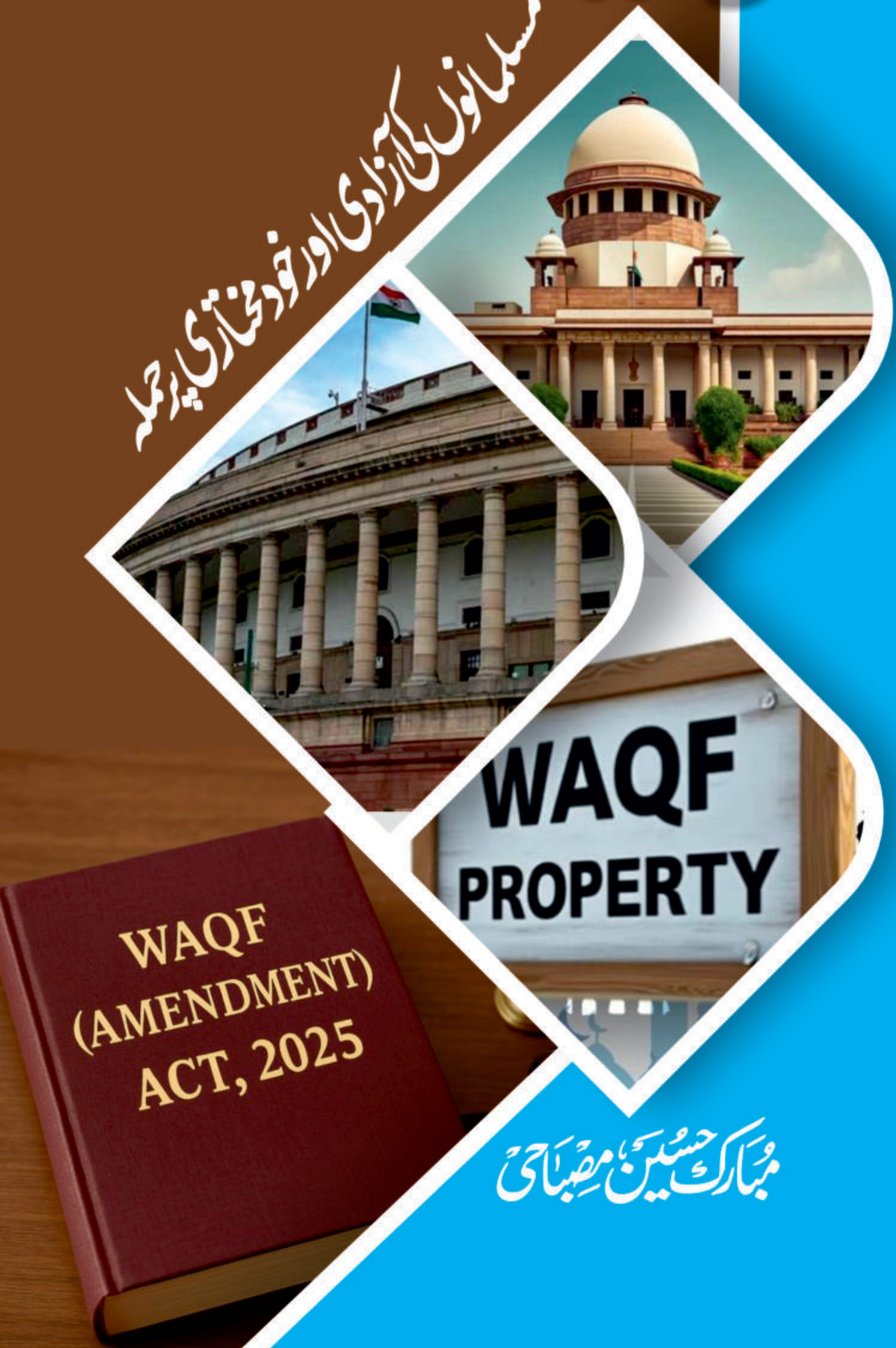

وقف کے حوالے سے حکومت کے متنازعہ اقدامات کا آغاز کئی سال پہلے بی جے پی کی حکومت والی ریاستوں میں زمینوں اور جائیدادوں کو قبضے میں لینے کی صورت میں ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں متعدّد مساجد اور دینی اداروں کو بلڈوز کیا گیا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور ہمارے حقوق کو مسلسل پامال کیا جا رہا ہے۔ وقف ترمیمی بل، جس میں نامزد افسر کی جانب سے جائیدادوں کے وقف ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، دراصل یہ ہمارے لیے ایک سنگین چیلنج ہے۔

حکومت کا یہ دعویٰ کہ وقف ترمیمی بل مسلمانوں کے فائدے کے لیے ہے، محض ایک دھوکا ہے، تعجب کی بات ہے کہ یہ دعویٰ وہ حکومت کر رہی ہے جس میں ایک بھی مسلم رکن پارلیمنٹ نہیں ہے۔ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بل مسلمانوں کو اپنے مذہبی اداروں اور املاک پر اختیار سے محروم کرنے کی ایک کوشش ہے۔ جب حکومت اپنے سرکاری افسران کے ذریعے یہ فیصلہ کرنے کی طاقت رکھتی ہے کہ کون سی جائیداد وقف اور کون سی نہیں تو اصل میں یہ مسلمانوں کی آزادی اور خود مختاری پر براہ راست حملہ ہے۔

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبدالحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 50 شمارہ 6 | جون 2025ء | ذی الحجہ 1446ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : **مبارک حسین مصباحی**

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرتعاون

قیمت عام شمارہ: 30 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

25$ امریکی ڈالر

20£ پونڈ

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com

mubarakmisbahi@gmail.com

info@aljamiatulashrafia.org

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ		وقف قانون جمہوریت کی روح پر حملہ	مہتاب پیامی	5
قرآنیات	تفہیم قرآن	شراب اور جوا کی حرمت	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	9
فقہیات	آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین	مفتی محمد نظام الدین رضوی	12
درسیات	حسن تدریس	تفسیر جلالین کیسے پڑھائیں (آخری قسط)	مفتی فیضان سرور مصباحی	15
نظریات	فکر امروز	...یہی ہماری پہچان ہے	محمد تحسین رضا نوری	20
اسلامیات	شعاعیں	رزق میں بے برکتی کے اسباب	حافظ افتخار احمد قادری برکاتی	22
شخصیات	انوار حیات	سیرت امام بخاری علیہ الرحمہ	محمد کامران رضا مہلیج	25
	انوار حیات	مولانا صبغۃ اللہ مصباحی: چند یادیں چند باتیں	محمد ولی اللہ قادری	28
سیاسیات	آئینۂ عالم	غزہ–دور جدید کی کربلا	مفتی مسرور عالم قادری مصباحی	30
تاریخیات	یاد ماضی	ملکہ زینوبیا	مہتاب پیامی	32
طبیات	حفظان صحت	موسم گرما، پیٹ کا السر اور تیزابیت	میڈی کور ہاسپیٹل	37
بزم خواتین	چراغ خانہ	مجھے ایک مسلم خاتون ہونے پر فخر ہے	نزہت جہاں	39
بزم دانش	فکر و نظر	وقف قانون	حافظ افتخار احمد قادری/افتخار گیلانی	41
ادبیات	نقد و نظر	شانِ علی، قرآن و احادیث کی روشنی میں	مفتی محمد اعظم مبارک پوری	49
مکتوبات	صداے بازگشت	مفتی مسرور عالم مصباحی/مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری/محمد رضوان طاہر فریدی		52
سرگرمیاں	عالمی خبریں	فلسطین حامی محمود خلیل کا، دی واشنگٹن پوسٹ کو خط		55
	خیر و خبر	تذکرہ علماے اہل سنت اتر دیناج پور کی رسم اجرا		56
منظومات	خیابانِ حرم	سید محمد نور الحسن نور نوابی/ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی/مولانا طفیل احمد مصباحی		58

اداریــــــــــہ

وقف قانون ـــــ جمہوریت کی روح پر حملہ

"اگر کوئی حکومت مسلمانوں کو اس حد تک مجبور کرے کہ وہ بغاوت پر آمادہ ہو جائیں، تو ایسی حکومت پاگل ہوگی۔" (ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر)

مہتاب پیامی

وقف اسلامی معاشرے میں ایک مقدس اور اہم ادارہ ہے، جو بنیادی طور پر مساجد، مدارس، یتیم خانے، لائبریریاں، اور دیگر فلاحی اداروں کے قیام و نگہداشت کے لیے وقف شدہ جائیدادوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہندوستان میں صدیوں سے مسلم حکمرانوں، علما، اور عوام نے دینی، تعلیمی اور فلاحی مقاصد کے لیے زمینیں اور جائیدادیں وقف کی ہیں، جو آج بھی مسلم برادری کے لیے روحانی و معاشرتی اہمیت رکھتی ہیں۔ حکومت کی متعصب نگاہیں کافی عرصہ سے اوقاف کی جائیدادوں پر لگی ہوئی تھیں، اور آخر کار وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

موجودہ حکومت کی جانب سے منظور شدہ وقف ترمیمی بل 2024 ایک ایسا متنازعہ قانون ہے، جس کا مقصد مسلمانوں کے وقف املاک کے انتظامات پر اثر انداز ہونا ہے۔ یہ بل ایسے وقت منظور کیا گیا ہے جب ہندوستان اپنے آئین کی 75 ویں سالگرہ منا رہا ہے، جس میں جمہوری اقدار اور تمام شہریوں کے حقوق کی ضمانت دی گئی ہے۔ اس بل کی منظوری کے بعد، یہ مسلمانوں کے خلاف حکومت کی جانب سے ایک اور جابرانہ اقدام کے طور پر سامنے آیا ہے، جو ایک طویل عرصے سے ان کے معاشی اور سماجی حقوق پر حملے کا حصہ بن چکا ہے۔

وقف ترمیمی بل کی شق 34 (1) C میں یہ کہا گیا ہے کہ کلکٹر (نامزد افسر) کے عہدے سے اوپر کا افسر یہ فیصلہ کرے گا کہ کسی جائیداد کو وقف جائیداد قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اس شق کی بنا پر، مسلمانوں کے وقف املاک پر حکومتی کنٹرول مزید مستحکم ہو جائے گا، اور اگر کسی وقت حکومت یا حکومتی افسران مسلمانوں کے وقف املاک کو غیر وقف قرار دے دیں، تو ان املاک پر قبضہ کرنے کے امکانات بڑھ جائیں گے۔ اس شق کے تحت، مسلمانوں کو اپنے وقف املاک کے قانونی حقوق کے تحفظ کے لیے ایک طویل قانونی جنگ لڑنی ہوگی، جس کا نتیجہ اکثریتی فرقہ کی سیاست کے تابع ہو سکتا ہے۔

وقف کے حوالے سے حکومت کے متنازعہ اقدامات کا آغاز کئی سال پہلے بی جے پی کی حکومت والی ریاستوں میں زمینوں اور جائیدادوں کو قبضے میں لینے کی صورت میں ہو چکا ہے۔ اس سلسلے میں متعدّد مساجد اور دینی اداروں کو بلڈوز کیا گیا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور ہمارے حقوق کو مسلسل پامال کیا جا رہا ہے۔ وقف ترمیمی بل، جس میں نامزد افسر کی جانب سے جائیدادوں کے وقف ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، دراصل یہ ہمارے لیے ایک سنگین چیلنج ہے۔

حکومت کا یہ دعویٰ کہ وقف ترمیمی بل مسلمانوں کے فائدے کے لیے ہے، محض ایک دھوکا ہے، تعجب کی کی بات ہے کہ یہ دعویٰ وہ حکومت کر رہی ہے جس میں ایک بھی مسلم رکن پارلیمنٹ نہیں ہے۔ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ یہ بل مسلمانوں کو اپنے مذہبی اداروں اور املاک پر اختیار سے محروم کرنے کی ایک کوشش ہے۔ جب حکومت اپنے سرکاری افسران کے ذریعے یہ فیصلہ کرنے کی

طاقت رکھتی ہے کہ کون سی جائیداد وقف اور کون سی نہیں تو اصل میں یہ مسلمانوں کی آزادی اور خود مختاری پر براہ راست حملہ ہے۔

یہ بل نہ صرف مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہے، بلکہ ہندوستان کے آئین کی روح کی بھی خلاف ورزی کرتا ہے، جو تمام شہریوں کو مساوی حقوق فراہم کرتا ہے۔ مسلمان، جنھیں وقف شدہ جائیدادوں کے کنٹرول کا حق حاصل ہے، اس بل کے ذریعے اپنے حقوق کو بچانے کی خاطر طویل قانونی جنگ میں الجھ سکتے ہیں۔

اس بل کے تحت یہ بھی کہا گیا ہے کہ وقف کے لیے اراضی وقف کرنے والے عطیہ دہندگان کے قبول اسلام کی مدت کم از کم پانچ سال لازمی ہے، یہ شق بھی اسلامی قانون وقف کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اسلام میں عطیہ دینے کے لیے کسی خاص مدت یا وقت کا تعین نہیں کیا گیا، اس طرح کی پابندی مسلمانوں کی مذہبی آزادی کی خلاف ورزی ہے۔

یہ ایک خطرناک صورت حال ہے جس میں حکومت کی جانب سے مسلسل ہمارے کے حقوق پر حملے کیے جا رہے ہیں، اور اس سے پورے ہندوستان کے آئین اور جمہوریت کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ مودی حکومت کے یہ اقدامات مسلمانوں کے خلاف نہیں بلکہ پورے ملک کے جمہوری ڈھانچے کے خلاف ہیں، جہاں تمام مذاہب کو برابر کا حق حاصل ہونا چاہیے۔

یقیناً اس بل کے خلاف قانونی راستے موجود ہیں، مگر یہ ایک طویل اور پیچیدہ عمل ہوگا، جس میں مسلمانوں کو انصاف حاصل کرنے میں بہت وقت اور محنت درکار ہوگی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس بل کے ذریعے حکومت نے مسلمانوں کے حقوق کو کمزور کرنے کی ایک اور کوشش کی ہے۔

ہندوستان کی جمہوری تاریخ میں وقف ترمیمی بل 2024 ایک ایسا موڑ ہے جہاں آئینی مساوات اور اقلیتوں کے مذہبی و سماجی حقوق کو کھلے عام پسِ پشت ڈالا گیا ہے اور اس قانون کے ذریعہ ہمارے عزت و قار، مذہبی آزادی اور ہماری املاک کے تحفظ پر کاری ضرب لگائی گئی ہے۔ اس بل میں جو شق سب سے زیادہ واضح امتیازی سلوک کی نشان دہی کرتی ہے، وہ ہے **"مرکزی وقف کونسل میں غیر مسلموں کی شمولیت"**۔ ایک طرف ہندو مندروں کی انتظامیہ کے بورڈ صرف ہندوؤں پر مشتمل ہوتے ہیں، جہاں ان کے مذہبی جذبات اور خود اختیاری کا مکمل احترام کیا جاتا ہے، وہیں دوسری جانب مسلمانوں کے وقف ادارے، جو خالصتاً اسلامی دینی، فلاحی اور تعلیمی مقاصد کے لیے قائم کیے جاتے ہیں، ان میں غیر مسلموں کو زبردستی شامل کرنا، یا ایسے ادارے جو خالص مسلمانوں کے حقوق کے لیے قائم کیے گئے ہیں ان میں غیر مسلم افسران کی تقرری مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت کے مترادف ہے۔ یہ وہی امتیازی سوچ ہے جو نوآبادیاتی دور میں انگریزوں نے ہندوستانیوں پر مسلط کی تھی، جب ایک طبقہ قانون کے اوپر تھا اور دوسرا ہمیشہ جواب دہ۔ آج، مودی حکومت کے ان اقدامات نے اسی نوآبادیاتی ذہنیت کو نئی شکل دے کر اقلیتوں کے خلاف ریاستی پالیسی کا حصہ بنا دیا ہے۔

وقف ترمیمی بل 2024 کی سب سے سنگین خامیوں میں سے ایک **"وقف بہ صارف"** (یعنی وہ جائیدادیں جو طویل عرصے سے عوامی مذہبی یا فلاحی مقصد کے لیے استعمال ہوتی رہی ہوں) کے اصول کو نظر انداز کرنا ہے۔ یہ اصول صدیوں پر محیط اسلامی فقہ اور سپریم کورٹ کے فیصلوں کا تسلیم شدہ حصہ رہا ہے، جیسا کہ **"بابری مسجد-رام جنم بھومی"** مقدمے میں عدالت نے خود تسلیم کیا کہ "واضح دستاویزی اعلان کے بغیر بھی وقف کی حیثیت ممکن ہے"۔ اس کے باوجود، حکومت نے اس اصول کو قانون سے نکال کر فقہی روایت اور سپریم کورٹ کے بیانیہ، دونوں کی صریح خلاف ورزی کی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وقف کو محض ایک جائیداد کا مسئلہ بنا کر دیکھا جا رہا ہے، نہ کہ ایک روحانی، سماجی اور تاریخی ادارہ، جس کی جڑیں ملت اسلامیہ کے اجتماعی شعور میں پیوست ہیں۔

1995 کے وقف ایکٹ میں وقف کی ایک جامع تعریف دی گئی تھی، جو کسی بھی شخص کو خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اجازت دیتی

تھی کہ وہ کسی جائیداد کو اسلامی اصولوں کے تحت وقف کر سکتا ہے۔ یہ تعریف ہندوستانی معاشرے کی کثیر الثقافتی نوعیت کے عین مطابق تھی۔ لیکن وقف ترمیمی بل 2024 میں اس تعریف کو محدود کر کے صرف اُن افراد تک محدود کر دیا گیا ہے جو گزشتہ پانچ سال سے "عملی طور پر مسلمان" ہوں۔ یہ بات نہ صرف فقہی اصولوں کے خلاف ہے بلکہ "**آئین ہند**" کی کھلی توہین بھی ہے۔ قانون سازی میں ایسی پابندی، گویا یہ طے کرنا کہ کون کب سے مسلمان ہے، ریاست کے دائرۂ اختیار سے بہت آگے کی چیز ہے۔ دستور ساز اسمبلی میں ڈاکٹر بی آر امبیڈکر کا 2 دسمبر 1948 کا وہ تاریخی خطاب آج مزید معنویت اختیار کر چکا ہے، جس میں انھوں نے کہا تھا:

"اگر کوئی حکومت مسلمانوں کو اس حد تک مجبور کرے کہ وہ بغاوت پر آمادہ ہو جائیں، تو ایسی حکومت پاگل ہوگی۔"

افسوس کہ موجودہ حکومت انہی سرحدوں کو عبور کرنے کی راہ پر گامزن دکھائی دیتی ہے، جہاں اقلیتوں کے جائز تحفظات کو "مخالفت برائے مخالفت" قرار دیا جاتا ہے، اور آئین کے تحت حاصل بنیادی حقوق کو ایک "رعایت" سمجھا جاتا ہے، نہ کہ غیر مشروط حق۔

یہ صرف مسلمانوں کا مسئلہ نہیں؛ یہ قانون ہندوستان کے **آئینی ڈھانچے، سیکولر اقدار اور قانون کی بالادستی** پر سوالیہ نشان ہے۔ اگر آج ایک اقلیت کی مذہبی آزادی اور املاک پر یوں قانون سازی کی جا سکتی ہے، تو کل کسی اور طبقے کی باری بھی آ سکتی ہے۔

لگے گی آگ تو آئیں گے گھر کئی زد میں　　　یہاں پہ صرف ہمارا مکان تھوڑی ہے

یہ بل محض ایک قانونی دستاویز نہیں، بلکہ ایک فکری جنگ کا حصہ ہے، وہ جنگ جس میں یہ طے ہونا باقی ہے کہ ہندوستان واقعی ایک جمہوری، سیکولر اور مساوی حقوق پر مبنی ریاست ہے، یا اکثریتی غلبے پر مبنی ایک "نئی ریاست" کی تجربہ گاہ۔ لہٰذا، ضروری ہے کہ ہم اس قانون کو محض ایک اقلیتی مسئلہ نہ سمجھیں بلکہ اسے ہندوستانی جمہوریت کی روح پر حملہ تصور کریں۔ اگر ہم اب بھی خاموش رہے تو یہ جرم ہوگا..... بہت بڑا جرم۔

قابلِ ذکر ہے کہ متعدّد مسلم تنظیموں نے اس قانون کے خلاف سپریم کورٹ میں عرضیاں داخل کی ہیں، ایسے میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس قانون کے خلاف عدالتی چارہ جوئی موثر ہوگی؟ یہ ایک اہم اور نازک سوال ہے، اور اس کا جواب کئی قانونی، آئینی، اور عملی پہلوؤں پر منحصر ہے۔

- اگر بل میں شامل ترامیم آئینِ ہند کے بنیادی حقوق، خاص طور پر **مذہبی آزادی (آرٹیکل 25 اور 26)** یا **اقلیتوں کے حقوق (آرٹیکل 29 و 30)** سے متصادم پائی جائیں، تو سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ میں ان کے خلاف رِٹ دائر کی جا سکتی ہے۔
- ہندوستان کا آئینی ڈھانچہ **سیکولر** ہے۔ اگر کوئی قانون کسی خاص مذہب کو نشانہ بناتا ہو یا ریاست کو مذہبی امور میں ضرورت سے زیادہ مداخلت کی اجازت دیتا ہو، تو عدالتیں اس پر نظرِ ثانی کر سکتی ہیں۔
- قانونی بے ضابطگیاں اور تفریق جیسے غیر مسلموں کو وقف بورڈ میں شامل کرنا، وغیرہ۔ ان باتوں کو آئینی مساوات (آرٹیکل 14) کے خلاف قرار دیا جا سکتا ہے۔

ماضی میں سپریم کورٹ نے مذہبی معاملات میں ریاست کی مداخلت کے خلاف کئی فیصلے دیے ہیں، بشرطے کہ وہ بنیادی حقوق کو متاثر کرتی ہوں۔ تاہم، عدالتیں ہمیشہ پارلیمنٹ کے قانون سازی کے اختیارات کو بھی تسلیم کرتی ہیں، اور اگر کوئی قانون آئینی دائرے میں ہے تو اسے برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ یہ تو واضح ہے کہ قانون سازی پارلیمنٹ کا اختیار ہے، اور عدالت تبھی مداخلت کرتی ہے جب واضح آئینی خلاف ورزی ہو۔ لہٰذا عدالت کو قائل کرنے کے لیے مضبوط شواہد اور مفصل قانونی دلائل درکار ہوں گے، خاص طور پر جب حکومت دعویٰ کرے کہ قانون "انتظامی بہتری" کے لیے بنایا گیا ہے، نہ کہ مذہبی مداخلت کے لیے، ایسے میں مسلم تنظیموں اور ان

اداروں کو جنھوں نے اس کے خلاف رٹ دائر کی ہے، کافی احتیاط کے ساتھ قدم آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔

موجودہ وقف قانون کی شقوں کو دیکھا جائے تو یہ صاف ہے کہ اس سلسلے میں عدالتی چارہ جوئی یقینی طور پر ممکن ہے اور اگر مؤثر طور پر پیش کی جائے **ممکنہ** طور پر کار آمد بھی ہے، **لیکن** اس کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ آئینی و قانونی ماہرین کتنا مضبوط مقدمہ تیار کرتے ہیں، اور عدالت اس قانون کو کس زاویے سے دیکھتی ہے — ***انتظامی اصلاحات کے طور پر یا مذہبی آزادی میں مداخلت کے طور پر***، اس سلسلے میں ماضی کے عدالتی فیصلوں کی مثال بھی دی جاسکتی ہے:

S. A. R. Muttah v. Union of India (1994) Citation: AIR 1995 SC 1215

اس کیس میں سپریم کورٹ نے واضح کیا کہ ریاست کو مذہبی اداروں کے انتظام میں صرف اسی وقت مداخلت کی اجازت ہے جب وہ عوامی نظم، صحت یا اخلاقیات کے دائرے میں ہو۔ مذہبی اداروں کی خود مختاری کو آئین کے آرٹیکل 26(b) کے تحت تحفظ حاصل ہے اور اس کے تحت ہر مذہبی گروہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہبی معاملات کو خود منظم کرے۔

Azeez Basha v. Union of India (1968) Citation: AIR 1968 SC 662

یہ مقدمہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے متعلق تھا۔ عدالت نے اقلیتوں کے حق انتظام کو تسلیم کیا، لیکن ادارے کے قیام کے پس منظر پر گفتگو کی اور اپنے فیصلے میں یہ واضح کیا کہ اقلیتوں کو اپنے تعلیمی و مذہبی ادارے قائم کرنے اور ان کا نظم چلانے کی آزادی حاصل ہے۔

Ratilal Panachand Gandhi v. State of Bombay (1954) Citation: AIR 1954 SC 388

اس کیس میں سپریم کورٹ نے واضح لفظوں میں کہا کہ مذہب صرف عبادات تک محدود نہیں بلکہ اس میں مذہبی اداروں کا قیام، ان کی مالیات اور ان کے طریقۂ کار بھی شامل ہیں۔ ریاست ان معاملات میں اس وقت تک مداخلت نہیں کر سکتی جب تک وہ عوامی نظم یا صحت کے خلاف نہ ہوں۔ سپریم کورٹ نے کہا کہ آرٹیکل 25 اور 26 مذہبی آزادی اور ادارہ جاتی خود مختاری کا مکمل تحفظ کرتا ہے۔

Indian Young Lawyers Association v. State of Kerala (2018) ***(Sabarimala Case)***

Citation: (2019) 11 SCC 1

2019ء میں سپریم کورٹ نے نے مساوات اور مذہبی آزادی کے درمیان توازن کی بات کی اور کہا کہ ہر فرد کو آئینی طور پر مذہبی اداروں میں داخلے اور شرکت کا حق حاصل ہے بشرطے کہ وہ بنیادی انسانی حقوق کے خلاف نہ ہو۔

Md. Ismail Faruqui v. Union of India (1994) Citation: (1994) 6 SCC 360

سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ بابری مسجد کیس کے تناظر میں تھا۔ عدالت نے کہا کہ مذہبی املاک ریاست کی تحویل میں آسکتی ہیں بشرطے کہ وہ عوامی مفاد میں ہو۔ مگر کسی کو بھی مذہبی جذبات اور شناخت کو مجروح کرنے کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی۔

ان تمام فیصلوں سے حاصل ہونے والا قانونی مؤقف یہ ہے کہ وقف جیسے مذہبی ادارے کو ریاست کی جانب سے قانون سازی یا انتظامی مداخلت سے مکمل تحفظ حاصل ہے، جب تک کہ وہ آئینی حدبندیوں کے اندر ہو۔ علاوہ ازیں مذہبی آزادی اور اقلیتوں کے حقوق پر مبنی آئینی دفعات (Articles 25, 26, 29, 30) کو بنیاد بنا کر نئے وقف قانون Unified Waqf Management Empowerment, Efficiency and Development کی بعض شقوں کو عدالت میں چیلنج کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک طویل لڑائی ہو سکتی ہے، جس قدر ہو سکے مثبت طریقے سے ہمیں اس لڑائی میں حصہ لینا ہوگا اور اپنے آئینی حقوق کی حفاظت کے لیے قربانیاں پیش کرنی ہوں گی۔ ■■■

تفہیم قرآن

شراب اور جوا کی حرمت

محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

اللہ رب العزت سورۂ مائدہ کی آیت نمبر 90-92 ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، بت اور فال دیکھنے کے تیر نجس ہیں، شیطانی کام ہیں، تو ان سے بچو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ یقیناً شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوا کے ذریعے تمھارے درمیان عداوت و نفرت پیدا کر دے، اور تمھیں ذکر الٰہی اور نماز سے روک دے، کیا تم باز آجاؤ گے؟ اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو، اور محتاط رہو، تو اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو ہمارے رسول کے ذمے صرف واضح تبلیغ ہے۔

اللہ رب العزت نے ان آیات میں شراب اور جوے کی حرمت کا ذکر کیا، شراب اور جوے کے دنیاوی اور اخروی نقصانات بیان کیے، اور اس حقیقت سے آگاہ فرمایا کہ کامیاب بندہ وہ ہے جو شراب اور جوے سے اجتناب کرتا ہے، اللہ و رسول کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے، اور تمام شیطانی کاموں سے گریز کرتا ہے۔

شراب ام الخبائث یعنی تمام برائیوں کی جڑ ہے، احادیث مبارکہ میں شراب نوشی پر سخت وعیدیں آئی ہیں، صحیح مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہر نشہ آور چیز حرام ہے، مزید فرمایا کہ نشہ کرنے والے کے لیے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اسے طينة الخبال سے پلائے گا، صحابہ کرام نے پوچھا: طينة الخبال کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جہنمیوں کا پیپ۔ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو دنیا میں شراب پیئے گا وہ آخرت کی شراب طہور سے محروم رہ جائے گا۔

سنن ابو داؤد میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شراب پر اللہ کی لعنت ہے، یوں ہی شراب پینے والے، پلانے والے، خریدنے والے، بیچنے والے، بنانے والے، بنوانے والے، لیجانے والے، منگوانے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔ بعض روایات میں شراب کی کمائی کھانے والے پر بھی لعنت آئی ہے۔

ان احادیث سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شراب کس قدر تباہ کن ہے، شراب کی مذمت کے لیے اتنا کافی ہے کہ شراب اور اس سے متعلقہ سارے امور پر اللہ کی لعنت ہے، اور جس پر اللہ کی لعنت ہو اس میں کوئی خیر نہیں ہو سکتی۔

اب آئیے ذرا دیکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیات میں شراب نوشی اور جوا کاری کے کیا نقصانات بیان کیے گئے ہیں، ان آیات میں کم و بیش آٹھ جہتوں سے شراب کی حرمت و قباحت بیان کی گئی ہے، جنھیں ہم یہاں ترتیب وار پیش کرتے ہیں۔

1- قرآن کریم نے شراب اور جوے کو بت پرستی اور جاہلیت کے کاموں کے ساتھ ذکر کیا، تاکہ انسان اچھی طرح جان لے کہ شراب نوشی کوئی معمولی گناہ نہیں، بلکہ کفر اور بت پرستی کی

طرح انتہائی خطرناک اور تباہ کن ہے، صحیح بخاری، کتاب الاشربہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یشرب الخمر حین یشربھا وھو مؤمن۔

یعنی جب شرابی شراب پیتا ہے تو مومن نہیں رہتا۔

اسی طرح سنن ابن ماجہ، کتاب الاشربہ میں آپ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مدمن الخمر کعابد وثن۔

یعنی شراب کا عادی بت پرست کی طرح ہوتا ہے۔

قرآن نے شراب نوشی کو بت پرستی کے ساتھ ذکر کیا، احادیث میں اسی کی وضاحت کر دی گئی کہ شرابی، شراب نوشی کے وقت مومن نہیں رہتا، بلکہ شرابی اور پجاری دونوں برابر ہوتے ہیں، کیوں کہ جس طرح کوئی پجاری نماز پڑھ لے تو اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی، بالکل اسی طرح شرابی کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی۔ اسی لیے شراب کو ہلکے میں نہ لیا جائے، بلکہ اس سے بھی ویسے ہی اجتناب کیا جائے جیسے کفر و شرک سے کیا جاتا ہے۔

2- قرآن نے شراب نوشی کو رِجْسٌ۔ یعنی گندگی سے تعبیر فرمایا، کیوں کہ اسے عقل سلیم قبول نہیں کرتی، اور کوئی بھی پاک طبیعت اور مہذب انسان شراب نوشی پسند نہیں کرتا، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 219 کے تحت تفسیر ابوالسعود اور تفسیر نسفی وغیرہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، آپ فرماتے ہیں کہ اگر شراب کا ایک قطرہ کنویں میں گر جائے، پھر اسی جگہ منارہ تیار کیا جائے تو میں اس پر چڑھ کر اذان نہیں کہتا، یوں شراب کا کوئی قطرہ سمندر میں گر جائے، پھر سمندر خشک ہو جائے، اور اس میں گھاس اگ آئے تو میں اس میں اپنے جانور نہیں چراتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بتاتا ہے کہ صحابۂ کرام اور اہل بیت اطہار شراب سے حد درجہ نفرت کیا کرتے تھے، کیوں کہ قرآن نے اسے خبیث اور ناپاک قرار دیا ہے، یہی ہر مسلمان کا شیوہ ہونا چاہیے کہ وہ شراب کو سب سے حقیر اور خبیث چیز تصور کرے۔

3- قرآن نے شراب نوشی کو شیطانی عمل قرار دیا، کیوں کہ جو بھی شراب پیتا ہے وہ شیطان کے بہکاوے میں آکر پیتا ہے، اور جو شیطان کے بہکاوے میں آجاتا ہے شیطان اسے ہر گناہ میں ملوث کرتا ہے، امام ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب ذم المسکر میں حضرت مجاہد سے تخریج کی کہ ابلیس کہتا ہے، ابن آدم مجھے کتنا بھی عاجز کرنا چاہے تین مواقع پر نہیں کر سکتا، جن میں سب سے پہلا موقع وہ ہے جب وہ نشے کی حالت میں ہوتا ہے، تب ہم اس کی نکیل پکڑ کر جہاں چاہتے ہیں لے جاتے ہیں، پھر وہ وہی کرتا ہے جو ہم چاہتے ہیں۔ یعنی جب بندہ شراب کے نشے میں مست ہو جاتا ہے تو شیطان اسے گناہوں کی طرف ایسے لے جاتا ہے جیسے ایک چرواہا اپنے چوپایے کی لگام پکڑ کر لے جاتا ہے۔ پھر اسے جیسے چاہتا ہے استعمال کرتا ہے، اسی لیے دانش مندی یہی ہے کہ خود کو شیطان کے ہاتھ کا کھلونا نہ بنایا جائے۔

4- قرآن کریم نے شراب نوشی کی قباحت بتانے کے لیے اسے کفریہ کاموں کے ساتھ ذکر کیا، پھر اسے نجس کہا، پھر اسے شیطانی عمل قرار دیا، اس سے کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا بآسانی نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ شراب نوشی حرام ہے، لیکن قرآن نے ترتیب مقدمات پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ صراحت کے ساتھ حکم دیا: فَاجْتَنِبُوْهُ۔ تم شراب نوشی سے اجتناب کرو، تم اس جانب بھی نہ جاؤ جس جانب شراب ہو، بلکہ خود کو شراب سے، اور شراب کو خود سے دور رکھو۔

5 - قرآن کریم نے شراب کی قباحت و حرمت بیان کرنے کے بعد فرمایا: لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ، یعنی اللہ کے حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے شراب کو حرام جان کر اس سے دور و نفور رہو تو دنیا و آخرت میں کامیاب رہو گے۔

ہم نے شراب کے تعلق سے تین آیتیں پیش کیں، جن میں پہلی آیت کا خلاصہ آپ نے ملاحظہ فرمایا، اس آیت میں اللہ

وحدہ لا شریک نے شراب کے وہ نقصانات بیان فرمائے جو صرف شرابی کو متاثر کرتے ہیں، کہ شراب بندے کے ایمان کو کمزور کر دیتی ہے، اسے شیطان کے جال میں پھنسا دیتی ہے، اور اسے دنیا وآخرت میں ناکام بنا دیتی ہے، وغیرہ۔ اس کے بعد دوسری آیت میں شراب کے وہ نقصانات بیان فرمائے جو پورے معاشرے کو متاثر کرتے ہیں، اس ضمن میں شراب کے تین بڑے نقصانات ملاحظہ فرمائیں۔

1- شراب کا سب سے بڑا سماجی نقصان یہ ہے کہ اس سے نفرت وعداوت جنم لیتی ہے، فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ أَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔

شیطان شراب اور جوا کے ذریعے تمھارے درمیان نفرت وعداوت پیدا کرنا چاہتا ہے۔

شراب کی وجہ سے دلوں میں نفرت پیدا ہوجاتی ہے، کیوں کہ عام طور پر شرابی گالی گلوج کرتا ہے، بیوی بچوں کو مارتا ہے، والدین پر دست درازی کرتا ہے، پڑوسیوں کو اذیت پہنچاتا ہے، پیسے برباد کرتا ہے، قیمتی املاک کو نقصان پہنچاتا ہے، اپنے ساتھ پورے خاندان کی عزت برباد کر دیتا ہے، جس سے اس قدر نقصان ہو لازمی طور پر لوگ اس سے نفرت کریں گے، بلکہ جس خاندان میں ایسے افراد ہوں لوگ اس پورے خاندان سے نفرت کرتے ہیں، اور اپنے تعلقات منقطع کر لیتے ہیں۔

2-3- شراب کا دوسرا اور تیسرا نقصان یہ ہے کہ شراب بندے کو اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتی ہے، بطور خاص نماز سے محروم کر دیتی ہے، فرمایا: وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ۔ شراب تمھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دیتی ہے، اللہ کی یاد اہل محبت کا شیوہ ہے، نماز اہل ایمان کا وظیفہ ہے، یہ سعادت انھی کو ملتی ہے جو اپنی دل ودماغ اور زبان کو پاک رکھتے ہیں، اور جو اللہ کی رضا کے لیے اس کے محرمات سے اجتناب کرتے ہیں، اور جو اللہ کے حکم کو پس پشت ڈال کر اپنی زبان کو آلودہ کر لے وہ ذکر ونماز کا اہل نہیں ہوسکتا۔

قرآن کریم نے شراب کی قباحت وحرمت اور نقصانات کو بیان کرنے کے بعد فرمایا:

فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔

یعنی اب جب کہ تمھیں معلوم ہو چکا ہے کہ شراب کفر وشرک جیسا سنگین جرم ہے، شراب گندگی ہے، شراب نوشی شیطانی عمل ہے، شراب سے بچنا فرض ہے، شراب سے دور رہنے ہی میں بھلائی ہے، شراب سے نفرت جنم لیتی ہے، شراب بندے کو اس کے رب سے غافل کر دیتی ہے، شراب نماز سے روک دیتی ہے، شراب کے ان تمام نقصانات کو جاننے کے بعد کیا اب بھی شراب ہی میں ملوث رہوگے، یا اس قبیح عمل سے باز آجاؤ گے؟

واقعی یہ ایسا سوال ہے جسے سننے کے بعد دل لرز جاتا ہے، ضمیر کانپ اٹھتا ہے، اور ہر بندۂ مومن کے دل سے یہی صدا بلند ہوتی ہے کہ اے اللہ! ہم باز آگئے، آج کے بعد نہ کبھی شراب پئیں گے، نہ شراب کے سلسلے میں کسی قسم کی کوئی معاونت کریں گے۔ جب بندہ اپنے رب کے ساتھ ایسا پختہ عہد کرتا ہے تو حکم ہوتا ہے:

وَ أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ أَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا أَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔

اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو، اور محتاط رہو، تو اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو ہمارے رسول کے ذمے صرف واضح تبلیغ ہے۔

لہٰذا مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ شراب نوشی سے خود بھی بچیں، اور اپنے پورے معاشرے کو بچائیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ شراب نوشی کی حرمت ومذمت کے سلسلے میں کتاب وسنت کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں، اور اللہ ورسول کے حکم پر عمل کی دعوت دیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر گناہ سے محفوظ رکھے، بطور خاص شراب جیسے گناؤنے عمل سے دور رکھے، اور ہمیشہ اپنی رضا جوئی کی توفیق عطا فرمائے، آمین، یارب العالمین۔ ■■■

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین
سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی محمد نظام الدین رضوی

ہیلتھ انشورنس

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں دارالمدینہ مجلس اپنے اجیر اسلامی بھائیوں کے لیے میڈکل انشورنیس کے ذریعے طبی علاج کی سہولت فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر جو اسلامی بھائی بڑی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو وہ اسلامی بھائی اپنے طبی علاج کی سہولت کے مطابق علاج کرا سکیں۔

س کی صورت کچھ اس طرح ہوگی کہ دارالمدینہ مجلس اور میڈکل انشورنیس کمپنی کے درمیان معاہدہ ہوگا کہ سارے اجیروں کو میڈیکل انشورنس کی سہولت کے لیے دارالمدینہ مجلس کچھ رقم میڈکل انشورنس کمپنی کو دے گی مثال کے طور پر 900 اجیروں کے لیے پندرہ لاکھ روپیے دے گی اس کے بدلے میڈیکل انشورنس کمپنی ہر اجیر کو سال بھر تک کا میڈکل انشورنیس دے گی جس کی رقم بھی متعیّن ہوگی مثلاً کمپنی ہر اجیر کو دو لاکھ روپیے کا میڈکل انشورنیس دے گی، اور سال ختم ہوجانے کے بعد دارالمدینہ مجلس اگر میڈیکل انشورنیس کو آگے جاری رکھنا چاہے گی تو دوبارہ میڈکل انشورنس کمپنی سے معاہدہ کرکے رقم بھرے گی۔ میڈیکل انشورنس کی سہولت انڈیا کے کئی بڑے اسکول بھی اپنے ٹیچر کو فراہم کرتے ہیں، جس سے اجیروں کو آسانی ہوتی ہے اور اجیر بھی سہولت ملنے پر اس ادارے میں استقامت کے ساتھ کام کرتے ہیں چھوڑ کر نہیں جاتے ہیں۔

کیا اس طرح اجیرروں کو طبی عالج کی آسانی دی جاسکتی ہے یا اس کی جائز صورت کیا ہوگی آپ سے شرعی رہنمائی کی گزارش ہے؟

الجواب: میڈیکل انشورنس کی صورت بظاہر قمار کی صورت ہے جو اسلام میں حرام ہے جیساکہ آیہ کریمہ ”اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ“ شاہد ہے۔ البتہ اس انشورنس میں ایک صورت جواز کی ہوسکتی ہے جو اسے نبھا سکے وہ یہ انشورنس کرا سکتا ہے۔

آج کل بیماریوں کی کثرت، شدت اور علاج کی سخت گرانی، بلکہ عامہ ناس کے لیے ناقابل برداشت گرانی ہے۔ اس کے باعث جواز کے گوشوں پر غور کرنا پڑا۔

ہم میڈیکل انشورنس کو ”انجمن امداد باہمی“ سمجھیں اور اس نیت سے انشورنس کرائیں کہ ”سال بھر کے اندر اگر ہم یا ہمارے اہل قرابت یا ہمارے احباب یا رفقائے مجلس و تحریک بیمار ہوئے تو وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور اگر پورا سال خیریت سے گزر گیا تو ہمارے دستوری معاہدے میں شامل افراد میں سے جو اس سے فائدہ اٹھا سکیں انھیں اس کی اجازت ہے“۔

تو میڈیکل انشورنس کرانے کی اجازت ہوگی۔ نیت درست رکھنا ضروری ہے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنما الأعمال بالنيات و إنما لكل أمرئ ما نوى (رواه البخاري)

ترجمہ: اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں اور ہر آدمی کے لیے بس وہی ہے جو اس نے نیت کی۔

یہ حدیث فقہ کا ایک قاعدہ کلیہ بھی ہے جس پر اعمال کا مدار

ہے۔ واضح ہو کہ ہم جس ملک میں رہتے ہیں وہاں کے دستور کے پابند عہد ہوتے ہیں اس حیثیت سے وہاں کے تمام باشندے باہم مُعاہد ہوئے اور سماجی امور میں امداد باہمی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جیسا کہ معاملات میں باہم لین دین کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي وهو تعالىٰ أعلم.

ہیوی ڈپازٹ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ممبئی میں لوگ اس طرح اپنا مکان یا دوکان کرائے پر دیتے ہیں کہ کرائے دار سے کہتے ہیں کہ آپ 3، 4 یا 5 لاکھ دے دیجیے اور جو بھی دونوں لوگوں کے مابین طے ہوتا ہے کہ اتنے سال تک رہنا ہے مثلاً 2، 3 یا 4 سال اس میں رہیں، آپ کو کوئی کرایا نہیں دینا ہے اور جب آپ مکان یا دوکان خالی کریں گے تو جو رقم آپ نے دی تھی وہ میں آپ کو لوٹا دوں گا ایسا کرنا کیسا؟

(2) ہیوی ڈپازٹ (Heavy Deposit) پر گھر لینا کیسا ہے؟ مثال کے طور پر اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مالک مکان دس لاکھ روپے پیشگی لیتا ہے، گھر کا اصل کرایہ تو پندرہ ہزار روپے اور چھ مہینے کا سیکورٹی ڈپازٹ ہے، لیکن پیشگی رقم کی وجہ سے گھر کا کرایہ آدھا یا آدھے سے بھی کم کر دیتا ہے، تو کیا یہ صورت جائز ہے؟ نیز بعض لوگ اس طرح مکان یا دوکان لے کر دوسروں کو کرائے پر دیتے ہیں تو ان کا اس طرح کرنا شرعاً درست ہے؟ برائے کرم جواز کی کیا صورت ہو سکتی ہے یہ بھی ارشاد فرما دیجیے۔ مندرجہ بالا مسئلے کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب: یہ کرایہ داری نہیں، قرض اور سود کا معاملہ ہے جو حرام وگناہ ہے۔ دو فریقوں کا باہم یوں معاملہ کرنا کہ "ایک فریق دوسرے فریق کو مثلا پانچ لاکھ روپے دے اور اس کا مکان یا دکان ایک طے شدہ مدت تک رہنے کے واسطے لے اور یہ کہ مکان یا دکان خالی کرنے کے وقت یہ فریق وہ پانچ لاکھ روپے دینے والے کو واپس کر دے گا اور اسے کوئی کرایہ نہیں دینا ہوگا۔"

یہ فی الواقع قرض اور سود کا معاملہ ہے کرائے کا نہیں۔ کرائے کا معاملہ ہوتا تو مکان یا دکان کا کوئی کرایہ طے ہوتا جو دوسرے فریق پر واجب الادا ہوتا مگر یہاں ایسا نہیں۔ صرف نام کرایہ کا ہے، حقیقت میں نہ کرایہ طے ہے اور نہ ہی کرائے کا لین دین۔

ہاں واقعہ یہ ہے کہ ایک فریق نے مثلاً پانچ لاکھ روپے دوسرے فریق کو دیے اور دوسرے فریق کو وہ پوری رقم ادا کرنی ہے تو یہ روپے واپسی کی شرط پر دینا لینا خالص قرض کا معاملہ ہے اور اس قرض کی وجہ سے مقروض کا مکان و دکان لے کر اس میں رہنا اپنے قرض سے فائدہ اٹھانا ہے اور یہی فائدہ سود ہے۔ حدیث میں ہے:

عن عمارة الهمداني قال: سمعت عليا يقول: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم «كل قرض جر منفعة فهو ربا».(مسند الحارث، ج:1، ص:500، كتاب البيوع/ باب في القرض يجر المنفعة، مركز خدمة السنة والسيرة النبوية - المدينة المنورة، الطبعة الأولى، 1413 ھ)

ترجمہ: عمارہ ہمدانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قرض کی وجہ سے جو نفع ملے وہ سود ہے۔ اور سود حرام وگناہ ہے اس لیے اس معاملہ سے احتراز واجب ولازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(2)- ہیوی ڈپوزٹ کا معاملہ بھی قرض وسود وحرام وگناہ ہے جس سے احتراز واجب ولازم ہے۔ ہیوی ڈپوزٹ کے نام پر مثلاً 10 لاکھ روپے دیے اور بعد میں کسی مقررہ وقت پر وہ 10 لاکھ روپے واپس لے لے گا تو یہ بھی قرض اور سود کا ہی معاملہ ہوا کہ اپنے روپے یا اپنا مال کسی کو اسی کے مثل روپے یا مال کی واپسی کی شرط پر دیا جائے تو شریعت اسے قرض مانتی ہے اور اس قرض کی وجہ سے گھر کا کرایہ آدھا یا آدھے سے بھی کم کر دیا جاتا ہے تو یہ قرض کی وجہ سے نفع دینا لینا ہوا جو سود ہے جیسا کہ مسند حارث کی حدیث مذکور

سے مذکور سے واضح ہے۔

اور اگر مقروض سے مکان یا دکان لے کر قرض دہندہ دوسرے کو کرائے پر دے تو یہ بھی سود ہے کہ یہ بھی قرض سے نفع حاصل کرنا ہے۔

جواز کی صورت: جواز کی صورت یہ ہے کہ مکان یا دکان کا کرایہ ہیوی ڈیپوزٹ کے معاہدہ کے ساتھ نہ طے کریں، جس کے باعث قرض مشروط بہ اجارہ ہو جائے بلکہ قرض کا معاملہ اور لین دین کرنے کے کچھ دنوں یا کچھ گھنٹوں بعد کرایہ داری کا معاملہ کریں اور کرایہ باہمی رضامندی سے جتنا چاہیں طے کرلیں۔کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ۔ یہ کرایہ داری سود کی آلودگی سے پاک ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ قرض کا معاملہ الگ وقت میں ہو اور اس وقت کرایہ داری کی کوئی بات یا شرط نہ ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے کرایہ داری کا معاملہ کرلیں پھر چند گھنٹوں یا چند دنوں کے بعد صرف ہیوی ڈیپوزٹ کا معاملہ کریں یعنی لمبے قرض کا لین دین۔اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۚ

(القرآن الحکیم، سورۃ النساء4،الآیۃ59).واللہ تعالیٰ اعلم ◘

(ص:19 کا بقیہ)----میں اس بات کا قائل نہیں کہ طلبہ کو غیر حاضری پر زدو کوب کیا جائے بلکہ میرا نقطۂ نظر یہ تھا اور ہے کہ درس کو اتنا پر مغز، تسلی بخش اور دلچسپ بنا دیا جائے کہ طلبہ خود ہی کشاں کشاں درس گاہ میں حاضر ہوجائیں۔

مگر جلالین شریف کے پڑھانے کے لیے مجھے ایسے مواد فراہم نہیں ہو پا رہے تھے، اس لیے اپنے استاذ مکرم شیخ القرآن (علامہ عبداللہ خاں عزیزی مصباحی) مدظلہ العالی کی بارگاہ میں حاضری دی، اور اپنی الجھن سے آگاہ کیا، تو حضرت مسکرانے لگے۔فرمایا کہ: **جلالین شریف کا درس تو بہت دلچسپ اور کامیاب ہوسکتا ہے۔** پھر حضرت نے کئی ایک قیمتی معلومات دیں۔اور خاص کر طریقۂ تدریس کے تعلق سے فرمایا کہ: **جلالین شریف میں تفسیر کا کوئی نقطہ زائد نہیں ہے۔ہر لفظ بقدر حاجت لایا گیا ہے اور ساتھ ہی اس لفظ کے ذریعہ تفسیر کی کوئی نہ کوئی وجہ تفسیر بھی ہے۔ آپ وجہِ تفسیر بتانے کا التزام کریں، درس مقبول ہوگا۔** پھر حضرت نے تین چار سطر میں پڑھ کر مختلف کلمات پر توجہ دلا کر ان کی تفسیر بتائی۔

اب مجھے گوہر مقصود حاصل گیا تھا۔اور قلب و فکر کے دریچے کھل چکے تھے، دل باغ باغ ہوگیا۔اس کے مطابق درس شروع کیا تو طلبہ میں اس کا شہرہ پھیل گیا۔دوسرے یا تیسرے روز حضرت صدر المدرسین بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب قبلہ دام ظلہ العالی میری درس گاہ میں تشریف لائے اور فرمایا:

کس طرح پڑھاتے ہو کہ طلبہ میں بے پناہ پذیرائی ہو رہی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ: **وجوہِ تفسیر کے بیان کا التزام کرتا ہوں۔** تو فرمانے لگے کہ سبحان اللہ! **یہ طریقۂ تدریس حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔**

مجھے خوشی ہوئی کہ حضور حافظ ملت کے ایک تلمیذ رشید کے ذریعہ مجھے ان کی میراث کا نہایت قیمتی سرمایہ ملا۔اور اب وہ میراث ان کے تلمیذ کے تلامذہ میں بغیر کسی مناسخہ کے تقسیم ہو رہی ہے۔(معارف التنزیل شرح مدارک التنزیل، ص:26، 27، کتاب اور صاحب کتاب، حق اکیڈمی مبارک پور)

اختتامیہ: ان تمام باتوں کا حاصل یہ ہے کہ جلالین شریف کا کامیاب طریقۂ تدریس یہ نہیں ہے کہ صرف ترجمہ پر اکتفا کرلیا جائے، بلکہ یہ ہے کہ اس میں وجہِ تفسیر بتانے کا خوب اہتمام ہو، مختلف فنون تفسیری کتابوں کی روشنی میں غرضِ مفسر تک پہنچنے کی کوشش کی جائے۔اس میں وقت اور محنت دونوں لگیں گے، مگر اسے ایک عبادت اور وظیفہ سمجھ کر اپنایا جائے تو یہ مرحلہ کچھ زیادہ دشوار نہ ہوگا۔ تفسیر جلالین کی تدریس میں یہ نہیں بتایا جائے کہ "یہ لکھا ہوا ہے"، بلکہ یہ بتایا جائے کہ "یہ کیوں لکھا ہوا ہے؟" اس "کیوں" کا جواب جس قدر علمی و فنی انداز میں تلاش کرکے طلبہ کو بتایا جائے، وہ اتنا ہی زیادہ کامیاب مدرس مانا جائے گا۔◘◘◘

حسن تدریس **آخری قسط**

تفسیر جلالین کیسے پڑھائیں؟

بقلم: مفتی فیضان سرور مصباحی

● جلالین شریف کے اندر اختلاف قراءت سے متعلق تفسیریں بھی کافی مقدار میں ہیں۔ ان کو بیان کرنے کا انداز یہ ہوتا ہے کہ اکثر ائمۂ قراءت کا نام نہیں لیتے، اسی طرح قراءتِ سبعہ متواترہ کو بیان کرتے وقت عموماً "وفي قراءة" کہہ کر اسے بیان کرتے ہیں، اور قراءتِ شاذہ میں سے کسی کی طرف اشارہ مقصود ہو تو "قُرِئ" کہہ کر ذکر کرتے ہیں۔

● صَرف کے اندر جو تخفیف ہمزہ سے متعلق ہم "بین بین قریب و بعید" کے قواعد پڑھتے ہیں، وہ کثرت سے آتے رہتے ہیں، انھیں شروع ہی میں طلبہ کو عملی طور پر مشق کرادیں تو پھر جلالین شریف پڑھانے کے دوران وقت کی بچت کی جاسکتی ہے۔

● ایک چیز اور یاد رکھنے کی ہے کہ ہمارے یہاں کے قرآنی نسخے قراءتِ عاصم بَروایت حفص پر مطبوع ملتے ہیں۔ جب کہ تفسیر جلالین لکھتے وقت شیخ ابو عمرو بصری کی روایت پیش نظر تھی، اسی روایت و قراءت کے اعتبار سے یہ تفسیر لکھی گئی، اور پھر فرقِ معانی و کلمات رسم کی تبدیلی جہاں جہاں سامنے آئی، مفسرین اس کی وضاحت کرتے گئے ہیں۔

طابعین و ناشرین کو جلالین شریف چھاپتے وقت اس کا خیال رکھنا چاہیے تھا، مگر ایسا نہ ہوسکا، انھوں برصغیر کے رواج کے مطابق بروایت حفص کے ساتھ تفسیر جلالین چھاپ دی، اور پھر طلبہ اور اساتذہ دونوں کے لیے یہ امر وجہِ خلجان بن کر رہ گیا۔ ایسے میں بعض لوگ کاتب کی غلطی کہہ کر پلہ جھاڑ لیتے ہیں، جب کہ وہ کاتب کی غلطی نہیں ہوتی، بلکہ فرق کتابتِ مصاحف کی صورت ہوتی ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیں:

سورۂ فرقان میں ہے: ﴿وهُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ الرِّيَاحَ﴾ وفِي قِراءَة: الرِّيح ﴿بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَته﴾ أيْ: مُتَفَرِّقَة قُدّام المَطَر، وفِي قِراءَة: بِسُكُونِ الشِّين تَخْفِيفًا، وفِي أُخْرى: بِسُكُونِها ونُون مَفْتُوحَة مَصْدَر، وفِي أُخْرى: بِسُكُونِها وضَمّ المُوَحَّدَة بَدَل النُّون: أيْ مُبَشِّرات. ومُفْرَد الأُولى نَشُور كَرَسُولٍ، والأَخِيرَة بَشِير.

﴿اور وہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا۔﴾ ایک قراءت میں "الریح" (بدون الف) آیا ہے۔ ﴿اپنی رحمت سے پہلے خوش خبری سناتی ہوئی۔﴾ یعنی: وہ ہوائیں متفرق اور بکھری ہوتی ہیں، بارش سے آگے آگے۔

● ایک قراءت میں: شین کی تخفیف کے ساتھ ﴿نُشْرًا﴾ ہے۔

● ایک اور قراءت میں شین ساکن اور نون مفتوحہ کے ساتھ ﴿نَشْرًا﴾ مصدر ہے۔

● ایک اور قراءت میں شین ساکن اور نون کے بدلے بائے مضمومہ مؤحدہ کے ساتھ ﴿بُشْرًا﴾ یعنی: جو بارش آنے کی خوشخبری دینے والی ہوتی ہیں۔

● پہلی قراءت: ﴿نُشُرًا﴾ کا واحد "نَشُور" ہے، جس طرح "رُسُل" کا واحد "رَسُول" ہے۔ اور آخری قراءت ﴿بُشْرًا﴾ کا واحد "بَشِير" ہے۔

اوپر تفسیری عبارت مع ترجمہ ذکر کردیا گیا ہے۔ اس کو سامنے رکھ کر ذرا دیکھیں کہ روایتِ حفص والی مصحف — جو کہ ہندو پاک میں رائج ہے — پر مفسر محلی کی تفسیری عبارت کس قدر بے جوڑ معلوم ہو رہی ہے۔ وجہ یہی ہے کہ تفسیر کے وقت جو مصحف قرآنی مفسر علیہ الرحمہ کے پیش نظر تھا، اس سے ہٹ کر کسی اور مصحف کو متن کا حصہ بنایا گیا۔ جس سے اول نظر میں دیکھنے والا کچھ

پریشان سا ہونے لگتا ہے۔ چناں چہ جب ﴿بُشْرًا﴾ کی تفسیر میں "مُتَفَرِّقَة" دیکھنے کو ملے تو حیرانی ہوگی ہی۔ کیوں کہ یہ تو ﴿نُشُرًا﴾ والی قراءت کا ترجمہ ہے، جو کے مفسر کے پیش نظر تھا، اور جس کا واحد "نَشُور" آتا ہے۔

اوپر کی تفسیر میں متعدّد قراءتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور ہمارے یہاں رائج قرآنی نسخوں میں جو﴿بُشْرًا﴾ ہے، اس کی تفسیر سب سے آخر میں رکھی ہے۔ جب کہ ہم اس کو پہلے جاننے کے خواہاں ہوتے ہیں، پھر ظاہر ہے کہ اسلوب اور فرق مصاحف کا اندازہ نہ ہو تو یہ شئ وجہِ پریشانی تو بن سکتی ہے۔

لہذا ایسی جگہوں پر باضابطہ فرق روایات و مصاحف سے متعلق معلومات کی بھی ضرورت پڑے گی۔ اور طلبہ کو اس حوالے سے آگاہی دینی ہوگی۔ ورنہ بروایت حفص پڑھنے کی کوشش میں بار بار عبارتوں میں الجھ کر پریشان ہوں گے۔

عالم عرب سے مطبوع جلالین کے دو نسخے میرے پاس ہیں، جن میں ناشرین نے شیخ ابو عمرو بصری کی روایت کے مطابق شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ ہندوستانی ناشرین کو بھی اس سمت توجہ کی حاجت ہے۔

● بڑے سائز کے قدیم نسخے میں جو تفصیلی حاشیہ چھپا ہے، وہ بھی بہت مفید ہے، حل لغات، فہم معانی، اغراض مفسر اور کشفِ مطالب کے لیے اس کو ضرور مطالعہ میں رکھا جائے۔

یہ حاشیہ ایک متصلب سنی عالم دین کا ہے، ایک سازش کے تحت حاشیہ کا نام اور مفسر کا نام اڑا کر ایک زمانے سے شائع کیا جارہا ہے۔ مجلس برکات مبارک پور سے جب وہی حاشیہ طبع ہونے لگا، تو حاشیہ اور محشی کے نام کی چھان بین کی پوری کوشش کی گئی، مگر نام کا پتہ نہ چل سکا، البتہ اتنا انکشاف ضرور ہوا کہ یہ مفتی شاہ ارشاد حسین مجد دی رامپوری، متوفی: ۱۳۱۱ھ کے کوئی شاگرد ہیں۔ کیوں کہ دوران حاشیہ اپنے شیخ کے افادات ان کا نام لے کر ذکر کرتے ہیں۔ حاشیہ لکھتے وقت بدمذہبوں کا رد کرتے ہوئے اہل سنت و جماعت کی صحیح نمائندگی کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں۔ اس موضوع پر حضرت مفتی ناظم علی مصباحی (استاذ: جامعہ اشرفیہ مبارک پور انڈیا) نے مجلس برکات مبارک پور کے نسخے پر نہایت فاضلانہ مقدمہ رقم فرمایا ہے۔ حاشیہ کے بارے میں بھی مختلف جہتوں سے تحقیقی گفتگو کی ہے، جس میں محشی کے عقائد و نظریات پر بھی اچھی روشنی پڑتی ہے۔ مگر بساط بھر کوشش کے باوجود انھیں بھی محشی کے نام کی صراحت نہ مل سکی تھی، اس لیے "مع الحواشي الجليلة النافعة، لبعض تلامذة المفتي ارشاد حسين المجددي الرامفوري، م :1311ھ "لکھ کر مجلسِ برکات مبارک پور نے شائع کیا۔

بعد میں ایک نوجوان فاضل افتخار احمد عطاری کی تحریر میں مجھے یہ تحقیق پڑھنے کو ملی کہ اس تحقیقی و توضیحی حاشیہ کا نام: "زُلالَین" ہے، اور یہ علامہ ریاست علی خاں حنفی شاہجہاں پوری متوفی: ۱۳۴۹ھ، تلمیذ رشید: مفتی شاہ ارشاد حسین مجددی رامپوری، متوفی: ۱۳۱۱ھ کا لکھا ہوا حاشیہ ہے۔ اس پر متعدّد شواہد بھی انھوں نے پیش کیے جن سے ان کے موقف کی بھرپور تائید ہوتی ہے۔

● شیخ ابن تیمیہ اور ابن عبد الوہاب نجدی کے مقلدین اور متبعین نے جن عقائد و معمولات میں جمہور مسلمین سے ہٹ کر روش اختیار کی ہے، انھیں میں سے متشابہات قرآن اور آیاتِ صفاتِ الٰہیہ میں سے ید، وجہ، رجل، ساق، استواء وغیرہ کی توضیح و تشریح بھی ہے، تفسیر جلالین پڑھاتے وقت اس پر خصوصی توجہ دلانے کی حاجت ہے۔ طلبہ کو یہ بتاتے رہیں کہ ان آیات کی توضیح و تشریح میں جلیل القدر مفسرین نے کیا منہج اختیار کیا ہے، اور امامین جلالین کا کیا موقف ہے، اور وہابیہ اس کا کیا معنی مراد لیتے ہیں۔

● انبیاے کرام علیہم السلام کے واقعات اور بعض دیگر آیات کی تفسیر کے تحت کہیں کہیں اسرائیلی روایات بھی آگئی ہیں۔ طلبہ کو بتایا جائے کہ اسرائیلیات کس چیز کا نام ہے۔ یہ کس حد تک مقبول ہے، اور کب قابلِ مسترد ہے!

قصص الانبیاء سے متعلق: عجائب القرآن مع غرائب القرآن [از: علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی]، تذکرۃ الانبیاء [از: مولانا عبد الرزاق

بھترالوی]، سیرت الانبیاء [از: مفتی محمد قاسم عطاری] وغیرہ کئی کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں، تفسیر جلالین پڑھاتے وقت طلبہ کی رہنمائی کریں کہ وہ ذاتی طور پر مستند و مفید کتابیں خرید لیں۔ تاکہ شان نزول اور بعض آیات کا پس منظر جاننے میں آسانی ہو۔

"قصص الانبیاء" نامی کتاب ایک تو حافظ عماد الدین ابن کثیر دمشقی کی ہے، جس کا ترجمہ علامہ فیض احمد اویسی نے بھی کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور کتاب "قصص الانبیاء" کے نام سے بہت ہی مشہور ہے اور اردو ہندی دونوں زبانوں میں ملتی ہے۔ یہ آخر الذکر کتاب نہایت سطحی قسم کی روایات سے لبریز ہے، طلبہ کو اس سے دور رکھنا چاہیے۔

● شروع میں کم از کم ایک سطر طلبہ کو بھی حل کر کے آنے کو کہیں، صرف ونحو یا بلاغت کی جن کتابوں میں طلبہ متعلقہ قواعد پڑھ چکے ہوں، ان کی طرف اشارہ کر دیں۔ اور پھر اگلے دن ان سے دریافت کریں۔ انھیں بھی عربی حاشیہ پڑھنے کا ذہن دیتے رہیں۔ پھر دھیرے دھیرے یہ مقدار بڑھاتے جائیں۔

● تفسیر جلالین کی تدریس کو منفرد اور دلچسپ بنانے کا عمل محنت پر منحصر ہے، اسی لیے ذمہ داران کو میرا مشورہ ہوگا کہ کسی ذی علم، محنتی اور باذوق مدرس کے حوالے یہ کتاب کی جائے، تاکہ وہ اچھی طرح حق ادا کر سکے۔ جلسے اور محفلوں میں کثرت سے جانے والے، یا دیگر ذمہ داریوں سے بوجھل مدرس کو جلالین کی گھنٹی دینے سے بچنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔

● "الباحث القرآنی" نامی اپلیکیشن میں متعدّد تفسیریں ہیں، متعلقہ آیت کو حل کرنے میں، یا غرض مفسر تک رسائی کو آسان بنانے کے لیے اس ایپ سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔ اس میں مختصر وقت میں متعدّد تفسیری نکات پر توجہ ڈالنے کے لیے میں نے تفسیر آلوسی کو سب سے زیادہ مفید پایا ہے، جس میں صَرفی تحقیقات اور نحوی ترکیبیں بھی بقدر کفایت مل جاتی ہیں، تفسیر کبیر رازی بھی بہت معاون ہے، مگر طوالت اور معقولیت وقت زیادہ لے لیتی ہے۔ نحوی ترکیب کے باضابطہ کئی کتابیں اسی میں موجود ہیں، میں نے ترکیب کی غرض پوری کرنے کے لیے "اعراب القرآن للدرویش" سے کافی استفادہ کیا ہے۔

تفسیر جلالین سے متعلق خصوصی حل کے لیے

"الفتوحات الالهية بتوضيح تفسير الجلالين للدقائق الخفية ،مشهور بہ حاشية جمل" [از: سلیمان بن عمر "اکجمل" عجیلی ازہری شافعی، متوفی: ۱۲۰۴ھ] اور "حاشية الصاوی علی الجلالین" [از: احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی: ۱۲۴۱ھ] وہاں کی لائبریری میں ہونی چاہئیں۔ نہ ہوں تو ادارے کے ذمہ داران سے کہہ کر منگوالیں۔

● چوں کہ امام محلی و امام سیوطی دونوں شافعی المسلک ہیں، اس لیے احکام سے متعلق آیات میں مدرس کو خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ فقہ شافعی کی توجیہ کے ساتھ ساتھ حنفیہ وغیرہ کا اس باب میں مسلک بیان کرنے کا التزام کرے۔ دور طالب علمی میں حضرت مفتی شاہد علی مصباحی بہرائچی کی اردو شرح "کنز الدارین" دیکھی تھی۔ پہلے حصے میں فقہ حنفی کی وضاحت کا خوب التزام کیا ہے، بقیہ حصوں کا علم نہیں، لہٰذا اسے بھی زیر مطالعہ رکھا جا سکتا ہے۔

یہاں پر یہ نہ سوچنا چاہیے کہ اگر اتنی تیاری کے ساتھ پڑھانے لگے تو پھر محنت بھی زیادہ کرنی پڑے گی،، اور وقت بھی کافی لگیں گے، کیوں کہ دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا اور اس میں وقت کا صرف ہونا، یہ سعادت مندی کی علامتیں ہیں، شیخ القرآن علامہ عبد اللہ خاں عزیزی مصباحی، حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے شاگردوں میں سے ہیں، بیعت کے بعد جب آپ نے حافظ ملت سے اوراد و ظائف کی اجازت چاہی، تو فرمایا:

"آپ کے لیے بڑا وظیفہ یہی ہے کہ حصولِ علم اور مطالعہ میں مصروف رہیں۔"

سبحان اللہ! کتنی پیاری نصیحت ملی، اور کیا خوب ذوق تھا کہ عمر بھر اس پر عمل پیرا بھی رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دینی

کتابوں کے مطالعے کا حقیقی ذوق نصیب فرمائے۔

باتیں طویل ہوتی جا رہی ہیں، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تفسیر جلالین میں اغراض مفسر ہی اہم ہیں، اگر اس سے ہٹ کر تدریس کی جائے تو پھر بس ترجمہ خوانی ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ پڑھے ہوئے مختلف فنون کا اجرا رہ جائے گا، اور طلبہ میں تحقیقی ذوق پیدا نہیں ہو پائے گا، جو کہ جلالین کی تدریس کا ایک اہم مقصد ہے۔

اغراضِ مفسر بیان کرنے کا انداز:

(۱)

﴿إِنِّي إِذًا﴾ أَيْ: إِنْ عَبَدْتُ غَيْرَ الله ﴿لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ بَيِّنٍ. ﴿إِنِّي آمَنتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ﴾ أَيْ اسْمَعُوا قَوْلِي، فَرَجَمُوهُ فَمَاتَ. ﴿قِيلَ﴾ لَهُ عِنْدَ مَوْتِهِ ﴿ادْخُلِ الْجَنَّةَ﴾ وَقِيلَ: دَخَلَهَا حَيًّا ﴿قَالَ يَا﴾ حَرْفُ تَنْبِيهٍ ﴿لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ. بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي﴾ بِغُفْرَانِهِ ﴿وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ﴾ [يس: 24- 27]

● ﴿إِذًا﴾ أَيْ: إِنْ عَبَدْتُ غَيْرَ الله:— ﴿إِذًا﴾ کے بعد "إِنْ عَبَدْتُ غَيْرَ الله" نکال کر مفسر نے یہ بتایا ہے کہ "إِذًا" یوں تو متعدد معنوں میں مستعمل ہے، مگر یہاں "إِذًا" شرطیہ ہے۔ اور اس کے بعد جملہ محذوفہ جس کی طرف "إِذًا" مضاف تھا، حذف کر کے عوض میں تنوین دیا گیا ہے، تو ﴿إِذًا﴾ ہو گیا ہے۔

● ﴿مُبِينٍ﴾ بَيِّنٍ: — ﴿مُبِينٍ﴾ از: اِفعال، یہ قرآن پاک میں یہ لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہے، یہاں اس کی تفسیر «بَيِّنٍ» سے کر کے یہ بتایا کہ یہاں لازمی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

● ﴿فَاسْمَعُونِ﴾ أَيْ: اسْمَعُوا قَوْلِي: — "اسْمَعُوا قَوْلِي" سے تفسیر کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہاں نون کے بعد یا متکلم ﴿ي﴾ اور اس سے قبل "قول" محذوف ہے۔ اور "میری سنو" سے مراد "میری بات بات سنو" ہے۔

● فَرَجَمُوهُ فَمَاتَ. ﴿قِيلَ﴾ لَهُ عِنْدَ مَوْتِهِ ﴿ادْخُلِ الْجَنَّةَ﴾:— ﴿قِيلَ﴾ سے ماقبل "فَرَجَمُوهُ فَمَاتَ" لا کر اس واقعے کا ربط بتانا چاہتے ہیں، اور یہ بھی کہ یہ بلاغی اصول "ایجاز حذف" کی ایک صورت ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ قوم نے ان کی خیر خواہی و نصیحت قبول کرنے کے بجائے ان کے ساتھ برا سلوک کیا اور پھر انھیں شہید کر دیا۔ اس کے بعد دخول جنت کی خوش خبری دی گئی۔

● ﴿قِيلَ﴾ لَهُ:— میں "لَهُ" سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مابعد میں جو داخلِ جنت ہونے کو کہا گیا ہے، یہ کسی اور سے نہیں، بلکہ اسی خوش نصیب داعی اسلام سے، جنھوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اور یہ بھی کہ جس سے بات کہی جا رہی ہے اس کے لیے "قول" مصدر کا صلہ « لام » آتا ہے۔

● عِنْدَ مَوْتِهِ:— اور یہ بات کب کہی گئی ہے، اس میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں، مفسر محلی کا رجحان یہ ہے کہ جب قوم کے ظلم و ستم کا نشانہ بن کر آپ موت کی آغوش میں جانے لگے اسی وقت فرشتوں نے جنت میں داخلے کا مژدہ سنایا ہے۔ چناں چہ "عِنْدَ مَوْتِهِ" کہہ کر مفسر نے چند اقوال کے مابین اپنا رجحان پیش کیا ہے۔ اور "وَقِيلَ: دَخَلَهَا حَيًّا" لکھ کر اس کے علاوہ کے ضعف پر اشارہ کیا ہے۔

● ﴿يَا﴾ حَرْفُ تَنْبِيهٍ ﴿لَيْتَ﴾:— ﴿يَا لَيْتَ﴾ کے تحت "یا" کی تفسیر میں: "حرف تنبیہ" کہہ کر یہ بتانا مقصود ہے کہ کہ یہاں "یا" کا مدخول حرف تمنی "لیت" ہے۔ لہٰذا ندائیہ نہیں ہو سکتا، کہ اس کا مدخول اسم ہوتا ہے حرف نہیں، تو یہاں پر "یا" کا حرف تنبیہ ہونا متعین ہے۔

● ﴿بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي﴾ بِغُفْرَانِهِ:— اس تفسیر میں یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہاں ﴿بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي﴾ میں "ما" مصدریہ ہے، اور مابعد فعل: "غَفَرَ" سے مل کر مصدری معنی دے رہا ہے۔ لہٰذا اس کا معنی ہوگا: بِغُفْرَانِهِ.

(۲)

﴿قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى﴾ أَيْ: رَأَيْتُ ﴿فِي

الْمَنام أَنِّي أَذْبَحك﴾ ورُؤْيا الأَنْبِياء حَقّ وأَفْعالهمْ بِأَمْرِ اللّٰہ تَعالى ﴿فانْظُرْ ماذا تَرى﴾ مِن الرَّأْي، شاوَرَهُ لِيَأْنَس بِالذَّبْح ويَنْقاد لِلْأَمْرِ بِهِ ﴿قالَ يا أَبَتِ﴾ التّاء عِوَض عَنْ ياء الإضافَة ﴿افْعَلْ ما تُؤْمَر﴾ بِهِ. [الصافات 102]

● ﴿أَرى﴾أيْ: رَأَيْتُ:—— خواب میں دیکھی ہوئی شئ کو ماضی: "رَأَيْتُ" سے بیان کرنے کے بجائے ﴿أرى﴾ سے بیان کیا ہے، کیوں کہ یہ زیادہ بلیغ ہے، مفسر نے ماضی کا صیغہ لاکر یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ یہاں ماضی کو حال کے درجے میں اتار کر حکایتِ حالِ ماضی کے طور پر کلام کیا جارہا ہے، گویا بوقتِ کلام وہ منظر نگاہوں کے سامنے ہے، اس طرح کے کلام میں اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ کرنا ہوتا ہے کہ خواب کا یہ معاملہ قصۂ ماضی بن کر نہ رہ جائے گا، بلکہ استمراری طور پر جاری ہوگا۔ جس کو فی الوقت میں دیکھ بھی رہا ہوں۔

● ورُؤْيا الأَنْبِياء حَقّ...الخ:—— غرض مفسر یہ ہے کہ یہ عام لوگوں کا خواب نہیں ہے کہ اسے خوابِ پریشاں کہ کر مسترد کر دیا جائے، بلکہ یہ ایک نبی کا خواب ہے، اور انبیا کے خواب برحق ہوتے ہیں، اور ان کے کام حکم الٰہی کے مطابق انجام پاتے ہیں۔

● ﴿فانْظُرْ ماذا تَرى﴾ مِن الرَّأْي:—— ﴿ترى﴾ کی تفسیر "مِن الرَّأْي" سے کی، یہ بتانے کے لیے کہ یہاں ﴿ترى﴾ «روية» مصدر سے نہیں، جو رویتِ بصری وعینی کو بتاتا ہے، بلکہ «الرَّأْي» مصدر سے ہے۔ جو رائے، فکر و نظر اور قلبی واردات کو بتاتا ہے۔

● شاوَرَهُ لِيَأْنَس بِالذَّبْح ويَنْقاد لِلْأَمْرِ بِهِ:—— سوال پیدا ہو رہا تھا کہ جب انبیاء کے خواب برحق ہوتے ہیں، تو پھر اس کو فوراً انجام دینا چاہیے تھا، بیٹے سے رائے و مشورہ لینے کی کیا ضرورت پڑی؟ مفسر نے کہا کہ یہ مشورہ لینا "ہاں-یا-نہیں" کہلوانے کے لیے نہیں تھا، بلکہ اس لیے تھا کہ حضرت اسمٰعیل اس امر الٰہی (ذبح) کو انجام دینے کے لیے مانوس ہو جائیں اور ذہنی طور پر اطاعت کے لیے تیار رہیں۔

● ﴿قالَ يا أَبَتِ﴾ التّاء عِوَض عَنْ ياء الإضافَة:—— ﴿أَبَتِ﴾ اصل میں "أَبِي" تھا، "یا" کو "تا" سے بدل کر کسرہ دے دیا، تاکہ مضاف الیہ: «ي» کے حذف پر اشارہ ہو سکے۔

● ﴿ماتُؤْمَر﴾ بِهِ:—— ﴿ما تُؤْمَر﴾ کے بعد تفسیر میں "بِهِ" کا آنا یہ اشارہ دیتا ہے کہ مامور بہ کا استعمال "با" صلہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

تفسیر جلالین کی تدریس میں حضور حافظ ملت کا انداز:

حضرت شیخ القرآن علامہ عبد اللہ خاں عزیزی مصباحی، یوں تو میدان تدریس کے بادشاہ ہیں، اور مختلف مدارس میں رہ کر متعدّد فنون پڑھاتے رہے، مگر فن تفسیر پڑھاتے وقت آپ کا رنگ ہی کچھ اور ہوا کرتا تھا۔ سر دست ہمارا موضوع چوں کہ تفسیر جلالین کی تدریس ہے، اس لیے اس باب میں ایک اہم واقعہ پیش کرنے جارہے ہیں، جن کی روشنی میں یہ جاننا کچھ مشکل نہیں کہ حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز مرادآبادی، ان کے تلمیذ: شیخ القرآن علامہ عبد اللہ خان عزیزی، اور ان کے تلمیذ محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کا جلالین شریف پڑھاتے وقت انداز کیا ہوا کرتا تھا۔

سراج الفقہا حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی، شیخ الحدیث وصدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور لکھتے ہیں:

"میری تدریس کے دوسرے سال میرے زیر درس تفسیر کی عظیم الشان کتاب "جلالین شریف" آئی۔ اس کتاب کے کئی صفحات کا مطالعہ کر لینے کے بعد بھی تشنہ ہی رہا۔ اور میرے ذہن میں کوئی ایسا طریقۂ تدریس و تعلیم نہ آسکا جس پر گامزن ہو کر تشفی بخش درس دے کر میں مطمئن ہو جاتا، اور طلبہ پورے ذوق و شوق کے ساتھ درس گاہ میں حاضر ہو کر میری درسی تقریر کو کامل توجہ کے ساتھ سماعت کرتے۔

(باقی ص:14 پر)

فکر امروز

...یہی ہماری پہچان ہے

محمد تحسین رضا نوری

امام اہل سنت، مجدد دین و ملت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، الحمدللہ ہم اہل سنت و جماعت کے گھر کا بچہ بچہ آپ کی ذات عالی صفات سے مکمل واقفیت رکھتا ہے کیوں کہ یہی ہماری پہچان ہے، اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نیا مسلک نہیں بلکہ سواد اعظم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ وہی مسلک ہے جس پر صحابہ و تابعین، فقہا و محدثین اور بزرگان دین قائم رہے ہیں، اور یہ مسلک مذہب اہل سنت و جماعت کی علامت ہے، گلی گلی گھوم رہے ایمان کے لٹیروں سے حفاظت کے لیے یہ نام مثل شمشیر کام کرتا ہے۔

لیکن آج سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کے ذریعہ یہ لٹیرے اپنا جال بچھا کر بھولے بھالے سنی مسلمانوں کو بہکا کر اُن کے دلوں میں طرح طرح کے خدشات پیدا کر کے اُن کی عاقبت کو بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں، ہماری قوم کے بہت سے افراد جو اپنے گھروں سے دور باہر بدیشوں میں کام کرتے ہیں، جن کا کسی سنی عالم سے رابطہ نہیں ہو پاتا، وہ دین کی باتیں سیکھنے کی غرض سے بغیر تحقیق و تفتیش ان نام نہاد مولویوں اور بد عقیدوں کی ویڈیوز دیکھنا شروع کر دیتے ہیں، جو صرف قرآن و حدیث کی رٹ لگا کر، چکنی چپڑی باتوں سے ان کا دل جیت لیتے ہیں، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، یہ خود قرآن و حدیث نہیں سمجھتے، قرآن و حدیث کا صحیح معنی و مفہوم، عجائبات و نوادرات، رموز و اسرار سمجھنا تو دور اُس کا صحیح ترجمہ تک کرنا نہیں جانتے، یہ وہی لوگ ہیں جن کے تعلق سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

"يخرج فيكم قوم تحقرون صلاتكم مع صلاتهم و صيامكم مع صيامهم وعملكم مع عملهم و يقرءون القرآن لا يجاوز حناجرهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرّمية ينظر في النصل فلا يرى شيئا وينظر في القدح فلا يرى شيئا وينظر في الريش فلا يرى شيئا و يتمارى في الفوق"

ترجمہ: تم میں ایک قوم ایسی پیدا ہوگی کہ تم اپنی نماز کو ان کی نماز کے مقابلہ میں حقیر سمجھو گے، ان کے روزوں کے مقابلہ میں تمھیں اپنے روزے اور ان کے عمل کے مقابلہ میں تمھیں اپنا عمل حقیر نظر آئے گا اور وہ قرآن مجید کی تلاوت بھی کریں گے لیکن قرآن مجید ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ دین سے وہ اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو پار کرتے ہوئے نکل جاتا ہے اور وہ بھی اتنی صفائی کے ساتھ (کہ تیر چلانے والا) تیر کے پھل میں دیکھتا ہے تو اس میں بھی (شکار کے خون وغیرہ کا) کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ اس سے اوپر دیکھتا ہے وہاں بھی کچھ نظر نہیں آتا۔ تیر کے پر کو دیکھتا ہے اور وہاں بھی کچھ نظر نہیں آتا۔ بس سوفار میں کچھ شبہ گزرتا ہے۔ (بخاری شریف، حدیث 5058)

اس حدیث شریف کا ہر ہر پہلو قابل فہم ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اُن کی عبادات کے آگے تم کو اپنی عبادات بہت حقیر معلوم ہوں گی، اور حال یہ ہوگا کہ اُن سے ایمان ایسے نکل چکا ہوگا جیسے تیر شکار کو پار کرتے ہوئے نکل جاتا

razatahseen531@gmail.com

ہے، مزید حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس تیر کی جو شکار کو پار کرتے ہوئے نکل جاتا ہے، وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ تیر اتنی صفائی سے نکل جاتا ہے کہ اس کے پھل میں بھی خون کا کوئی اثر نظر نہیں آتا، اُس کے اوپر دیکھتا ہے تب بھی کچھ نظر نہیں آتا، اُس کے پر کو دیکھتا ہے تب بھی نظر نہیں آتا۔

محدثین نے فرمایا کہ یہاں خون سے مراد ایمان ہے، یعنی وہ قوم ایسی ہوگی کہ اُن سے ایمان اس طرح نکل جائے گا جیسے تیر شکار کے جسم کو پار کر جاتا ہے اور اس تیر پر کچھ بھی خون کے اثرات نظر نہیں آتے، ایسے ہی اُن کے اندر ذرا سا بھی ایمان نظر نظر نہیں آتا، وہ ایمان سے بالکل خالی ہو چکے ہوں گے۔

دور جدید میں یہ قوم وہابی، دیوبندی، اہل حدیث، اور جملہ فرقہ باطلہ کی صورت میں نظر آتی ہے، جن کا کام یہ ہوتا ہے کہ عوام الناس کو بہکا کر اُن کو اُن کے مذہب و مسلک سے دور کر دینا، ہمارے بھولے بھالے سنی برادران کو یہ کہہ کر ورغلا دیتے ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی مسلک ہی نہیں، مسلک تو صرف چار ہیں، یہ تو خود ساختہ مسلک ہے، مزید مزارات اولیا پر حاضری اور استمداد پر کفر و شرک کا فتویٰ لگا کر قرآن کی وہ آیات جو بتوں کے حق میں نازل ہوئیں، اُن کو در مزارات اولیا پر پیش کرتے ہیں، جن کی باتوں میں آکر بہت سے لوگ متنفر ہو جاتے ہیں اور اپنی عاقبت بگاڑ لیتے ہیں، یاد رکھیے گا کہ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نیا مسلک نہیں بلکہ حق و باطل کے مابین تفریق کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

مفتی نظام الدین مصباحی صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں:
کہ جو بھائی کسی ذاتی رنجش اور باہمی چپقلش کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کی شان گھٹانے میں لگے ہیں، تھوڑی دیر کے لیے خالی الذہن ہو کر ٹھنڈے دماغ سے سوچیں کہ بدمذہبوں سے امتیاز کے لیے کون سا جامع اور مختصر لفظ انتخاب کیا جائے؟ ہمیں یقین ہے کہ وہ اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کے لفظ سے زیادہ موزوں کوئی لفظ نہیں کیوں کہ سنیت شعار یہی لفظ ہے، اہل سنت کی شناخت یہی کلمہ ہے، بدمذہبوں سے امتیاز اسی کا خاصہ ہے، بلکہ حق یہ ہے کہ تمام اہل سنت کا اس پر اتفاق تھا، چند برس پہلے باہمی اختلاف کے نتیجہ میں کچھ کرم فرماؤں نے اسے سوالیہ نشان بنانے کی کوشش کی جو بے دلیل ہونے کی وجہ سے سابقہ اتفاق میں رخنہ انداز نہیں ہو سکتا۔

(ماہنامہ اشرفیہ، جولائی 2003)

فقیہ ملت مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:
کہ اس زمانہ میں مسلک اعلیٰ حضرت ہی کہنا ضروری ہوگا، اور اس سے روکنے والا بدمذہب ہوگا یا گمراہ۔

(فتاویٰ فقیہ ملت، جلد:2، صفحہ 430)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے اپنے وقت کا مجدد بنایا، اور منصب تجدید پر فائز ہونے والا کسی نئے مذہب و فکر کی بنیاد نہیں ڈالتا بلکہ مذہب اسلام کو نئی توانائیوں اور صحیح تعبیر کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے، جو عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدّد افراد کے ذریعہ اُس تک پہنچا، جب یہ ظاہر ہو گیا کہ مسلک اعلیٰ حضرت ہی آج کے عرف میں مسلک اہل سنت و جماعت ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسی کے پابند اور پیرو کار رہیں، مسلک اعلیٰ حضرت کی اصطلاح کو غلط قرار دینے والا یا تو صلح کلی ہوگا، یا فرقہ باطلہ سے تعلق رکھنے والا ہوگا، یا پھر حاسد ہوگا، اسی وجہ سے میری تمام عالم اسلام کے سنی مسلمانوں سے اپیل ہے کہ سختی سے مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہیں، علماء اہل سنت سے رابطہ و تعلق رکھیں، ہر چلتے پھرتے شخص سے دین کی باتیں ہرگز نہ سیکھیں، اور نہ ایسے لوگوں کے بیانات سنیں، سنی صحیح العقیدہ علما و مشائخ کے بیانات سنیں، اور اسی پر عمل کریں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رکھے، اور ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے، اور ایمان پر سلامتی کے ساتھ خاتمہ عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ ■■■

شعاعیں

رزق میں بے برکتی کے اسباب

(حافظ)افتخار احمد قادری برکاتی

مسلمانوں کا ہر کام اللہ رب العزت اور اس کے پیارے حبیب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے ہونا چاہیے۔ مگر ہماری بے عملی کہ ہم جب کرنے پر آتے ہیں تو کچھ نہیں دیکھتے۔ شاید یہی وجہ ہے آج مسلمانوں کو طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مثلاً کوئی قرض دار ہے تو کوئی گھریلو ناچاقیوں کا شکار، کوئی تنگ دست ہے تو کوئی بے روزگار، کوئی اولاد کا طلب گار ہے تو کوئی نافرمان اولاد کی وجہ سے بے زار، الغرض ہر ایک کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہے۔ ان میں سر فہرست جو مسئلہ ہے وہ تنگ دستی اور رزق میں بے برکتی کا ہے۔ شاید ہی کوئی گھرانا اس پریشانی سے محفوظ نظر آئے۔ دورِ حاضر میں اس پریشانی سے نجات دلانے کے بہانے تعویذات کے ٹھیکے داروں نے بھولی بھالی قوم مسلم کو اس قدر بے وقوف بنا کر ان سے موٹی موٹی رقومات وصول کی ہیں کہ بیان سے باہر ہے۔ یہ حضرات تنگ دستی اور بے روزگاری سے پریشان لوگوں کو نہ نماز کی رغبت دلاتے ہیں، نہ جھوٹ سے اجتناب کی راہ دکھاتے ہیں، نہ امانت میں خیانت سے باز آنے کی تاکید کرتے ہیں، بس کوئی ان کی دوکان پر پریشان حال آ گیا تو اس سے موٹی رقم لے کر اس یقین دہانی کے ساتھ تعویذ دے دیا جاتا ہے کہ کام نہ ہونے پر رقم واپس کر دی جائے گی۔ یاد رہے کہ اس کام میں ہر ایک عامل شامل نہیں بلکہ ایسا وہ حضرات کرتے ہیں جنھیں صرف اور صرف رقم سے سروکار ہوتا ہے۔ جب کہ تنگ دستی کا سبب عظیم خود ہماری بے عملی ہے۔ جس کو سورۂ شوریٰ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

”وَ مَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ“(الشوریٰ:30)

اور تمھیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف کر دیتا ہے۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ اعمالِ بد سے توبہ کر کے نیک اعمال میں مشغول ہو جائیں۔

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے؛

”اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ“

(الاعراف:56)

بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔

آج مسلمان اپنے مسائل کے حل کے لیے مشکل ترین دنیوی ذرائع استعمال کرنے کو تو تیار ہے مگر اللہ رب العزت اور اس کے پیارے حبیب جنابِ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا کردہ روزی میں برکت کے آسان ذرائع کی طرف اس کی توجہ نہیں۔ آج بے روزگاری و تنگ دستی کے خوف ناک مسائل نے لوگوں کو بے حال کر رکھا ہے۔ شاید ہی کوئی گھرانا ایسا ہو جو تنگ دستی کا شکار نہ ہو۔ یاد رکھیں! کہ رزق میں برکت کے طالب کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے رزق میں بے برکتی کے اسباب سے آگاہی حاصل کر کے ان سے چھٹکارا حاصل کرے تاکہ رزق میں برکت کے ذرائع حاصل ہونے پر کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔ آج کل رزق کی بے قدری اور بے حرمتی سے کون سا گھر خالی ہے؟ اونچی اونچی بلڈنگوں میں رہنے والے مال داروں سے لے کر جھونپڑی میں رہنے والے مزدور تک اس بے

کریم گنج، پورن پور، پیلی بھیت، مغربی اتر پردیش iftikharahmadquadri@gmail.com

احتیاطی کے شکار نظر آتے ہیں۔ شادی بیاہ کے موقع پر قسم قسم کے کھانوں کے ضائع ہونے سے لے کر گھروں میں برتن دھوتے وقت جس طرح کھانے کے اجزا بہاکر نالی کے نذر کردیے جاتے ہیں۔ ان سے ہم سب واقف ہیں۔ کاش رزق میں تنگی کے اس عظیم سبب پر ہماری نظر ہوتی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں؛ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں تشریف لائے۔ روٹی کا ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا اس کو لے کر پونچھا پھر کھالیا اور فرمایا عائشہ! اچھی چیز کا احترام کرو کہ جب یہ کسی قوم سے بھاگی ہے تو لوٹ کر نہیں آئی۔ (سنن ابن ماجہ، جلد:4 صفحہ:49)

حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ کھانا پیش کیا گیا، ابتدا میں اتنی برکت ہم نے کسی کھانے میں نہیں دیکھی مگر آخر میں بڑی بے برکتی دیکھی، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیوں ہوا؟ ارشاد فرمایا؛ ہم سب نے کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھی تھی پھر ایک شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھانے کو بیٹھ گیا اس کے ساتھ شیطان نے کھانا کھا لیا۔ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الاطعمہ، الحدیث:2818 جلد:6 صفحہ:61)

جس طرح سے روزی میں برکت کی وجوہات ہیں اسی طرح روزی میں تنگی کے بھی اسباب ہیں۔ اگر ان اسباب سے بچا جائے تو روزی میں برکت ہی برکت ہوگی قارئین تنگ دستی کے اسباب ملاحظہ فرمائیں:

تنگ دستی کے اسباب:

تنگ دستی کے اسباب یہ ہیں:

○ بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانا۔ ○ ننگے سر کھانا کھانا۔ ○ اندھیرے میں کھانا کھانا۔ ○ میت کے قریب بیٹھ کر کھانا۔ ○ جنابت یعنی ناپاکی کی حالت میں کھانا کھانا۔ ○ چارپائی پر بغیر دستر خوان بچھائے کھانا۔ ○ نکلے ہوئے کھانے میں دیر کرنا۔ ○ چارپائی پر خود سرہانے بیٹھنا اور کھانا پائتی کی جانب رکھنا۔ ○ دانتوں سے روٹی کترنا۔ ○ چینی یا مٹی کے ٹوٹے ہوئے برتن استعمال میں رکھنا خواہ اس میں پانی پینا۔ (برتن یا کپ کے ٹوٹے ہوئے حصے کی طرف سے پانی چائے وغیرہ پینا مکروہ ہے۔ ○ مٹی کے درار والے یا ایسے برتن جن کے اندرونی حصہ سے تھوڑی سی بھی مٹی اکھڑی ہوئی ہو اس میں کھانا نہ کھائیں کہ میل کچیل اور جراثیم پیٹ میں جاکر بیماریوں کا سبب بن سکتے ہیں)۔ ○ کھائے ہوئے برتن صاف نہ کرنا۔ ○ جس برتن میں کھانا کھایا اسی میں ہاتھ دھونا۔ ○ خلال کرتے وقت جو ریشہ و ذرات وغیرہ دانتوں سے نکلے اسے پھر منہ میں رکھ لینا۔ ○ کھانے پینے کے برتن کھلے چھوڑ دینا۔ ○ روٹی کو خوار رکھنا کہ بے ادبی ہو اور پاؤں میں آئے۔ (سنی بہشتی زیور:95)

حضرت سیدنا امام برہان الدین زرنوجی رحمۃ اللہ علیہ نے تنگ دستی کے جو اسباب بیان فرمائیں ہیں ان میں یہ بھی ہیں کہ ○ زیادہ سونے کی عادت، ○ ننگے سونا، ○ بے حیائی کے ساتھ پیشاب کرنا، ○ دستر خوان پر گرے ہوئے دانے اور کھانے کے ذرات وغیرہ اٹھانے میں سستی کرنا، ○ پیاز اور لہسن کے چھلکے جلانا، ○ گھر میں کپڑے سے جھاڑو نکالنا، ○ رات کو جھاڑو دینا، ○ کوڑا گھر ہی میں چھوڑ دینا، ○ مشائخ کے آگے چلنا، ○ والدین کو ان کے نام سے پکارنا، ○ ہاتھوں کو گارے یا مٹی سے دھونا، ○ دروازے کے ایک حصے سے ٹیک لگاکر کھڑے ہونا، ○ بیت الخلا میں وضو کرنا، ○ بدن ہی پر کپڑا وغیرہ سی لینا، ○ چہرہ لباس سے خشک کرلینا، ○ گھر میں مکڑی کے جالے لگے رہنے دینا، ○ نماز میں سستی کرنا، ○ نمازِ فجر کے بعد مسجد سے جلدی نکل جانا، ○ صبح سویرے بازار جانا، ○ دیر گئے بازار سے آنا، ○ اپنی اولاد کو بد دعائیں دینا، ○ گناہ کرنا خصوصاً جھوٹ بولنا، ○ چراغ کو پھونک مار کر بجھادینا، ○ ٹوٹی ہوئی کنگھی استعمال کرنا، ○ ماں باپ کے لیے دعاے خیر نہ کرنا، ○ عمامہ بیٹھ کر

باندھنا، ○ پائجامہ یا شلوار کھڑے ہو کر پہننا، ○ نیک اعمال میں ٹال مٹول کرنا۔ (تعلیم المتعلم طریق التعلم: 73)

رزق میں برکت کے طالب کو چاہیے کہ مذکورہ بالا بے برکتی کے اسباب پر نظر رکھتے ہوئے ان سے نجات کی ہر ممکن کوشش کرے۔ یہ بھی بڑی حقیقت ہے کہ کثرتِ گناہ کے سبب رزق میں برکت ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا گناہوں سے ہر صورت بچنے کی کوشش کرے کہ گناہ کثیر آفات و بلیات کے نزول کا سبب بھی ہوتے ہیں۔ رزق میں برکت کا حصول اتنا مشکل نہیں بشرطے کہ حقیقی ذرائع سے اس کے لیے کوشش ہو جیسا کہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛ "کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو کرنا محتاجی کو دور کرتا ہے اور یہ مرسلین علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہے۔"

(المعجم الاوسط، الحدیث: 7166 جلد: 5 صفحہ: 231)

ایک اور حدیث پاک میں ہے:

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو یہ پسند کرے کہ اللہ رب العزت اس کے گھر میں خیر زیادہ کرے تو جب کھانا حاضر ہو جائے، وضو کرے اور جب اٹھایا جائے تو اس وقت بھی وضو کرے یعنی ہاتھ منہ دھوئے۔"

(سنن ابنِ ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الوضوء عند الطعام، الحدیث: 3260 جلد: 4 صفحہ: 9)

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛ روٹی کے ٹکڑے اور ذروں کو چن لیں۔ حدیث پاک میں ہے جو شخص اس طرح کرتا ہے اس کے عیش و عشرت میں وسعت دی جاتی ہے اور اس کے بچے صحیح سلامت اور بے عیب ہوں گے اور وہ ٹکڑے حوروں کا مہر ہوں گے۔

(کیمیائے سعادت، اصل اول آدابِ الطعام، جلد اول صفحہ: 374)

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت؛ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اکٹھے ہو کر کھاؤ، الگ الگ نہ کھاؤ، کہ برکت جماعت کے ساتھ ہے۔ (سنن ابنِ ماجہ، باب الاجتماع علی الطعام، الحدیث: 3287 جلد: 4 صفحہ: 21)

دورِ حاضر میں مسلمان بے روزگاری اور تنگ دستی سے نجات حاصل کرنے کے لیے مارا مارا پھر رہا ہے مگر رزق میں برکت کے ان آسان اور یقینی حل کو اپنانے کے لیے تیار نہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ احکامِ اسلام پر صحیح معنوں میں کار بند ہو جائیں تو بے روزگاری اور تنگ دستی کا مسئلہ جو آج بین الاقوامی مسئلہ بن چکا ہے اس پر آسانی کے ساتھ قابو پایا جا سکتا ہے اور یہ حل صرف موجودہ مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے غیر مسلم بھی اگر اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر حقیقی معنوں میں سنتوں پر کار بند ہو جائیں تو اپنے مسائل کو بآسانی حل کر سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں احکامِ اسلام پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ ◘◘◘

قابلِ عمل

◘ کبھی بیٹھے بیٹھے کسی سے مصافحہ مت کرو ◘ جو تمھارے پیچھے ہے اس کی حفاظت کرو اور جو برابر میں ہے اس کا احترام۔ ◘ موقع جیسا بھی ہو ہمیشہ صاف ستھرا اور اچھا لباس پہنو۔ ◘ ایسا کام جسے تم نے نہ کیا ہو اس کا کریڈٹ مت لو۔ ◘ جب مہمان بنو تو کھانے کو برا مت کہو۔ ◘ بات سنو سر ہلاؤ اور سب سے بڑھ کر نظر سے نظر ملاؤ۔ ◘ اپنے غصے کو قابو میں رکھو غصہ صرف وقت اور توانائی کا زیاں ہے۔ ◘ کھانے یا محفل میں اپنے موبائل کو میز پر مت رکھو۔ ◘ سگریٹ تمھارے لیے نقصان دہ ہے۔ ◘ اچھی اور صاف زبان بولنا تمھیں زندگی میں آگے لے جائے گا گندی زبان صرف جاہل استعمال کرتے ہیں۔ مصافحہ شخصیت کا آئینہ ہوتا ہے اس لیے مصافحہ مضبوط اور پُراعتماد رکھو۔

(منقول)

انوار حیات

سیرت امام بخاری علیہ الرحمہ

محمد کامران رضا مھلیج

نام و نسب: اسم گرامی محمد، کنیت ابو عبد اللہ، لقب امیر المؤمنین فی الحدیث، ناصر الاحادیث النبویۃ، سید الفقہاء والمحدثین، امام المسلمین۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بَرْدِزْبہ بخاری جعفی۔ آپ کے جد اعلیٰ مغیرہ نے حاکم بخارا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اس لیے آپ کو جعفی کہا جاتا ہے۔

ولادت: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 13 شوال 194ھ جمعہ کے روز (ازبکستان کے ایک شہر) "بخارا" میں ہوئی۔ (نزہۃ القاری ج:1، ص:50)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد:

امام بخاری علیہ الرحمہ کے والد محترم حضرت اسماعیل بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور ولی کامل حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ تھے۔ ان کے تقویٰ و پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ اپنے مال و دولت کو شبہات (ایسی چیزیں جن کے حلال یا حرام ہونے میں شبہ ہو ان) سے بچاتے۔ وصال کے وقت آپ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جس قدر مال ہے میرے علم کے مطابق اس میں ایک بھی شبہے والا درہم نہیں۔

(ارشاد الساری، ج:1، ص:45)

بینائی لوٹ آئی: امام بخاری علیہ الرحمہ کے والد صاحب کا انتقال آپ کے بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ امام بخاری ایام طفلی میں نابینا ہو گئے تھے جس کے باعث والدہ کو بے پناہ قلق رہا کرتا تھا اور وہ بارگاہ قاضی الحاجات میں انتہائی تضرع و زاری کے ساتھ لخت جگر کی بینائی کے لیے دعا کیا کرتی تھیں چنانچہ دعا قبول ہوئی اور انھوں نے ایک شب خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری گریہ وزاری و دعا کے سبب تیرے فرزند کو بصارت عطا فرمائی صبح کو بیدار ہوئیں تو نور نظر کی آنکھوں کو روشن و منور پایا۔ (بستان المحدثین ص:171)

تحصیل علم: بخارا میں رسمی تعلیم کے بعد صغر سنی میں ہی حدیث کی تحصیل کی جانب متوجہ ہوئے اور دس سال کی عمر میں امام داخلی کے حلقۂ درس میں شریک ہونے لگے اور اپنی خداداد قوت حفظ و ضبط سے حدیثوں کی اسناد و متون کو ذہن میں محفوظ کرنے لگے اسی زمانے کی بات ہے ایک بار امام داخلی نے درس حدیث میں فرمایا "سفیان عن ابي الزبير عن ابراهيم" امام بخاری نے کہا کہ حضرت ابو زبیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے تو امام داخلی نے تسلیم نہیں کیا۔ امام بخاری نے عرض کی اسے اصل نسخہ میں دیکھنا چاہیے چنانچہ امام داخلی نے جب اصل نسخہ ملاحظہ کیا۔ باہر تشریف لا کر فرمایا۔ اس لڑکے کو بلاؤ! جب امام بخاری حاضر ہوئے تو فرمایا میں نے اس وقت جو پڑھا تھا بے شک وہ غلط نکلا۔ اب آپ بتائیں صحیح کیا ہے؟ امام بخاری نے کہا صحیح "سفيان عن الزبير بن عدی عن ابراهيم ہے" امام داخلی نے حیران ہو کر کہا: واقعی ایسا ہی ہے۔ (ایضاً)

۲۱۰ھ میں اپنی والدہ اور بڑے بھائی کے ساتھ حج کے لیے حجاز کا سفر کیا فراغت حج کے بعد والدہ اور بھائی تو بخارا واپس لوٹے مگر امام امام بخاری علیہ الرحمہ طلب حدیث کے لیے حجاز ہی میں مقیم ہو گئے اور وہاں کے شیوخ حدیث سے استفادہ

متعلم جامعۃ المدینہ، احمد آباد، گجرات

کرتے رہے آپ نے طلب و جستجوے حدیث میں بخارا اور حجاز ہی پر اکتفانہیں کیا بلکہ برسہا برس وطن سے دور دیار غربت کی خاک چھانتے رہے اور علم و فن کے جواہرات سے جھولیاں بھرتے رہے خود فرماتے ہیں: میں شام، مصر اور جزیرہ دوبار گیا اور بصرہ کا سفر چار مرتبہ کیا اور حجاز مقدس میں چھ سال سکونت گزیں رہا بے شمار دفعہ کوفہ و بغداد گیا اور محدثین کی صحبتوں سے فیض یاب ہوا۔(الحدیث والمحدثون ص:354)

اساتذہ: امام بخاری علیہ الرحمہ نے علمی بلاد و امصار کے بکثرت سفر کیے وہاں کے ایک ہزار شیوخ حدیث سے سماع حدیث کیا اور حدیثیں لکھیں خود فرماتے ہیں: "کتبت عن الف شیخ ما عندی حدیث الا و اذکر اسناد"میں نے ایک ہزار شیوخ سے حدیثیں لکھیں میرے پاس کوئی ایسی حدیث نہیں جس کی سند مجھے از بر نہ ہو۔

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ کے شیوخ کی تعداد ایک ہزار تھی مگر سیر و تذکرہ کی کتابوں میں ان کے خاص خاص اور اہم شیوخ ہی کے نام ملتے ہیں۔

عبید اللہ بن موسیٰ، محمد بن عبد اللہ انصاری، عفان، ابو عاصم نبیل، مکی بن ابراہیم، ابو مغیرہ، ابو مسہر، احمد بن خالد وہبی، محمد بن سلام سندی، محمد بن یوسف، عمر بن عاصم، عبداللہ بن صالح، ابونعیم، وغیرہ۔(محدثین عظام حیات وخدمات، ص:308)

قوت حافظہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جس کتاب کو ایک نظر دیکھ لیتے تھے وہ انھیں حفظ ہو جاتی تھی۔ تحصیلِ علم کے ابتدائی دور میں انھیں 70 ہزار احادیث زبانی یاد تھیں اور بعد میں جاکر یہ تعداد تین لاکھ تک پہنچ گئی، ایک مرتبہ حضرت سلیمان بن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد بن سلام رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت محمد بن سلام نے آپ سے فرمایا: اگر آپ کچھ دیر پہلے آجاتے تو میں آپ کو وہ بچہ دکھاتا جو 70 ہزار حدیثوں کا حافظ ہے۔ یہ حیرت انگیز بات سُن کر حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں امام بخاری سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ فارغ ہونے کے بعد حضرت سلیمان بن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری کو تلاش کرنا شروع کر دیا، جب ملاقات ہوئی تو حضرت سلیمان بن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: کیا 70 ہزار احادیث کے حافظ آپ ہی ہیں؟ یہ سن کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جی ہاں! میں ہی وہ حافظ ہوں، بلکہ مجھے اس سے بھی زیادہ احادیث یاد ہیں اور جن صحابۂ کرام علیہم الرضوان اور تابعین سے میں حدیث روایت کرتا ہوں اُن میں سے اکثر کی تاریخ پیدائش، رہائش اور تاریخ انتقال کو بھی میں جانتا ہوں۔

(ارشاد الساری، ج:1، ص48)

حضرت محمد بن ابی حاتم فرماتے ہیں: میں نے حاشد بن اسماعیل اور ایک دوسرے بزرگ سے سنا وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ چھوٹی عمر میں ہمارے ساتھ علم حدیث حاصل کرنے کے لیے بصرہ کے علمائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، امام بخاری کے علاوہ ہم تمام ساتھی احادیث کو محفوظ کرنے کے لیے تحریر کر لیتے تھے، سولہ دن گزر جانے کے بعد ایک دن ہم نے امام بخاری کو ڈانٹا کہ آپ نے احادیث محفوظ نہ کر کے اتنے دنوں کی محنت ضائع کر دی۔ یہ سن کر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سے ارشاد فرمایا: اچھا تم اپنے لکھے ہوئے صفحات لے آؤ، چنانچہ ہم اپنے اپنے صفحات لے آئے، امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے احادیث مبارکہ زبانی سنانی شروع کر دیں، یہاں تک کہ انھوں نے پندرہ ہزار (15000) سے زیادہ احادیث زبانی بیان کر دیں، جنھیں سن کر ہمیں یوں گمان ہوتا تھا کہ گویا ہمیں یہ روایات امام بخاری نے ہی لکھوائی ہیں۔(فتح الباری، ج:1، ص11)

حلقۂ درس و تلامذہ: دور طالب علمی ہی میں امام بخاری علیہ الرحمہ کی عبقری صلاحیت حفظ و ضبط اور ذہانت و طبّاعی کثرت علم کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا تھا۔ جب آپ نے حلقۂ

درس قائم کیا اور مسند تدریس کو رونق بخشی تو صرف عام طالبان حدیث ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے محدثین جن کے گرد تلامذہ کا حلقہ ہوا کرتا تھا آپ کی بارگاہ میں نیاز مندانہ حاضر ہوتے اور آپ کے درس سے مستفید ہوتے، جو لوگ فضل و کمال کے اعتبار سے خود امام فن کی حیثیت رکھتے ان کے کسی مجموعۂ حدیث کو امام صاحب صحیح تسلیم کرتے تو فخریہ لہجے میں کہتے کہ ہماری ان حدیثوں کو محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ نے صحیح تسلیم کیا۔

طلب علم کے بعد امام بخاری نے اشاعت حدیث کے لیے بصرہ، بغداد، نیشاپور، سمرقند، بخارا میں درس حدیث کے لیے حلقے قائم کیے اور لاکھوں تشنگان علم کو آسودہ کیا آپ کی درس گاہ سے فیض پانے والوں کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے آپ سے اصاغر، معاصر، اکابر، افراد کے علاوہ خود آپ کے شیوخ نے بھی سماع حدیث کیا۔ چند مشہور تلامذہ وسامعین یہ ہیں: نسائی، ابوزرعہ، ابوحاتم، ابراہیم حربی، ابن ابی دنیا، صالح بن محمد اسدی، محمد بن عبداللہ حضرمی، قاسم بن زکریا، ابن ابی عاصم، ابن خزیمہ، عمیر بن محمد بن بجیر، حسین بن محمد قبانی، ابوعمرو خفاف نیشاپوری، عبد اللہ بن ناجیہ، فضل بن عباس رازی، ابوبکر بن ابی داؤد، ابو محمد بن ماعد وغیرہ۔ (محدثین عظام حیات وخدمات، ص:316)

سیرت و کردار: حضرت سیدنا امام بخاری علیہ الرحمہ نہایت عبادت گزار، پرہیز گار اور زہد و تقوی کے مالک تھے۔ درس حدیث کے بعد باقی تمام وقت کثرت نوافل و تلاوت قرآن پاک میں صرف کرتے۔ آپ علیہ الرحمہ نے تمام عمر کبھی کسی کی غیبت نہیں کی اور نہ کبھی اپنی ذات کا کسی سے انتقام لیا۔ آپ علیہ الرحمہ نہایت سادہ اور زاہدانہ طبیعت کے مالک تھے۔ دور طالب علمی میں سوکھی گاس یا چوبیس گھنٹوں میں 2 یا 3 بادام کھا کر گزارا کرتے۔ 40 سال تک بغیر شوربے کے سوکھی روٹی تناول فرمائی، ہمیشہ نہایت قلیل خوراک لیتے کبھی پیٹ بھر کر نہ کھاتے۔ کبھی دنیاوی عیش و عشرت قبول نہ کی۔ نہایت جفاکش تھے۔ اپنا تمام کام خود کیا کرتے تھے حالانکہ میراث میں کثیر دولت پائی تھی مگر کبھی جاہ وحشمت کو پسند نہ کیا۔

آپ علیہ الرحمہ نہایت فیاض (بڑے سخی) تھے۔ کبھی کبھی ایک دن میں 3، 3 سو درہم صدقہ کر دیا کرتے۔ حضرت سیدنا امام بخاری علیہ الرحمہ کی ماہانہ آمدنی 500 درہم تھی، یہ تمام رقم آپ طلبہ پر خرچ کرتے۔ سادگی کا یہ عالم کہ طالب علمی کے دور میں اگر گھر سے رقم آنے میں تاخیر ہو جاتی تو زمین کی گھاس کھا کر گزارا کر لیتے مگر کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا پسند نہ فرماتے اور نہ ہی بطور قرض کسی سے کچھ مانگتے۔

(گلستان محدثین، ص:98)

تلاوت قرآن سے محبت: قرآن سے محبت کرنا اللہ پاک سے محبت کرنے اور اس کا محبوب بندہ بننے کا ذریعہ ہے، قرآن پاک کی تلاوت کرنے کے ساتھ ساتھ اس میں غور و فکر کرنا بھی عبادت ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی جب قرآن پڑھتے تو اپنے دل، نگاہ اور سماعت کو اس میں مشغول رکھتے، قرآن میں بیان کردہ مثالوں میں غور وفکر کرتے اور حلال وحرام کے بارے میں جانا کرتے تھے۔ نیز امام بخاری رمضان المبارک میں ہر روز ایک قرآن پاک کا ختم کرتے اور تین راتوں میں ایک ختم قرآن کرتے یعنی روزانہ رات میں دس پاروں کی تلاوت کرتے تھے۔

(مقدمہ ضیاء القاری، ج:1، ص:257)

بارگاہ رسالت میں امام بخاری کا مقام:

حضرت نجم بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: میں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی، آپ نے فرمایا: کہاں جارہے ہو؟ میں عرض گزار ہوا: میں محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ علیہ کے پاس جارہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: میری طرف سے ان کو سلام کہنا۔ (ایضًا، ص:257)

امام بخاری علیہ الرحمہ نے طلب علم حدیث کے ساتھ ساتھ ——— **(باقی ص:31 پر)**

انوار حیات

مولانا صبغۃ اللہ مصباحی: چند یادیں چند باتیں

محمد ولی اللہ قادری

سارن کمشنری کے مشہور عالم دین اور شاگرد حافظ ملت مولانا محمد صبغۃ اللہ مصباحی عزیزی کے انتقال پر ملال کی خبر مورخہ 8 رمضان المبارک 1446ء مطابق 9 مارچ 2025ء کو سوشل میڈیا کے ذریعے موصول ہوئی۔ حضرت کے انتقال کی خبر سن کر شدید غم ہوا کہ مرحوم کا انتقال اہل سنت و جماعت کا عظیم خسارہ ہے۔ مولانا مرحوم نے سارن کمشنری بالخصوص گوپال گنج ضلع میں علم دین کی ترویج و اشاعت میں جو نمایاں خدمات انجام دیں وہ ناقابل فراموش اور قابل رشک ہیں۔ وہ محض مسلم بچوں کی مذہبی تعلیم کے لیے کوشاں نہیں رہے بلکہ مسلم بچیوں کے لیے بھی مدرسے کی بنیاد رکھی اور اپنی کوشش سے مسلم بچیوں کی علمی تشنگی بجھائی۔

مولانا صبغۃ اللہ مصباحی ہر چند صوفی مزاج مگر متحرک عالم تھے، عزیز ملت سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ کے خلیفہ بھی تھے، حضرت کی ذات عہد حاضر میں اس لیے نعمت غیر مترقبہ تھی کہ وہ نئی نسل کے علما کے قدر داں اور ذرہ نواز تھے، پیرانہ سالی میں بھی وعظ کی مجلس میں شریک ہوتے رہے۔ گوپال گنج اور قرب وجوار کا کوئی مذہبی جلسہ آپ کے بغیر کامیاب نہیں ہوتا۔ گزشتہ ماہ فروری کی بیس تاریخ کو کیشو پور گوپال گنج میں حضرت کی سرپرستی میں ایک جلسہ ہوا تھا، جس میں خاکسار کی بھی حاضری ہوئی تھی، عجب اتفاق رہا کہ خاکسار تقریر کر کے منبر سے آرام گاہ پر آ گیا اس کے بعد حضرت کی تشریف آوری ہوئی مجھے فوراً چھپرا آنا تھا اس لیے حضرت کے ناصحانہ بیان کے دوران ہی واپس ہونا پڑا اس لیے محض زیارت ہی ہو سکی تفصیلی ملاقات اور گفتگو سے محروم رہا جس کا افسوس اس وقت بھی ہوا اور اب کچھ زیادہ ہی ہو رہا ہے۔ بیماری کی حالت میں بھی حضرت نے دو بجے شب میں خطاب کرنے سے گریز نہیں فرمایا بلکہ عقائد اہل سنت اور معمولات اہل سنت کے مطابق خطاب فرماتے رہے جلسہ والوں سے کوئی شکایت نہیں کی۔

مولانا محمد صبغۃ اللہ مصباحی نور اللہ مرقدہ کی شخصیت کی شناسائی جامعہ شمسیہ تیغیہ بڑہریا سیوان میں دوران طالب علمی ہوئی، بڑہریا سے حضرت کے مدرسے کی دوری پندرہ کیلو میٹر ہوگی اس علاقے کے طلبا بھی جامعہ شمسیہ تیغیہ میں علم حاصل کرتے تھے۔ البتہ پہلی بار زیارت استاد مکرم مولانا عالم گیر مصباحی سابق پرنسپل جامعہ شمسیہ تیغیہ بڑہریا کے جنازے کی نماز میں ہوئی۔ یکم جون 2018ء مطابق پندرہ رمضان المبارک 1439ھ کو مولانا عالم گیر علیہ الرحمہ کی تدفین میں شرکت کی غرض سے دھوبولیا ضلع گوپال گنج حاضر ہوا وہاں علمائے کرام اور عوام کے ہجوم میں اکہرے بدن کی ایک صوفی صافی شخصیت کو نئی نسل کے علما کی جھرمٹ میں دیکھا۔ ہر عالم اس کی دست بوسی کر رہا ہے میں نے دریافت کیا تو پتا چلا کہ یہ شخص عام نہیں بلکہ عالم ربانی کے ساتھ ساتھ استاد الاساتذہ مولانا محمد صبغۃ اللہ مصباحی روح رواں دار العلوم ضیاء الاسلام بنکی کھال میر گنج گوپال گنج کی شخصیت ہے۔ ہجوم کی وجہ سے وہاں ملاقات نہیں ہوئی سکی۔

مولانا صبغۃ اللہ مصباحی نور اللہ مرقدہ کی پیدائش 5 مارچ 1952ء کو مقام ملک پور پوسٹ برہم پور تھانا جالے ضلع دربھنگہ بہار میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت حافظ

استاد گورنمنٹ انٹر کالج ضلع اسکول چھپرا بہار mdwaliullahquadari@gmail.com

وقاری عبدالسبحان سے حاصل کی پھر آپ کا داخلہ مدرسہ فیض العلوم جمشید پور میں ہوا جہاں رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی سرپرستی حاصل رہی۔ وہیں سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ تشریف لے گئے اور جامعہ اشرفیہ سے دستار فضیلت حاصل کی۔

گوپال گنج کی ایک معمر شخصیت حضرت علامہ مولانا ابوالحسن مصباحی مدظلہ کے بہ قول "مولانا مرحوم کی فراغت 1969ء میں ہوئی اور موصوف کی فراغت 1967ء میں"۔

فراغت کے بعد مولانا صبغۃ اللہ مصباحی نے چند سال پیاور ،آندر ضلع سیوان میں خدمات انجام دیں - مولانا عالم گیر مصباحی نور اللہ مرقدہ بنکی کھال میرگنج ضلع گوپال گنج کو خیرباد کہہ دیا اور جامعہ شمسیہ تیغیہ بڑہریا سیوان تشریف لائے تو اسی جگہ مولانا صبغۃ اللہ مصباحی تشریف لائے اور دل جمعی کے ساتھ خدمات انجام دینے لگے۔ بتایا جاتا ہے کہ 1980ء میں کبیدہ خاطر ہوکر مستعفی ہوکر اپنے وطن چلے گئے لیکن بنکی کھال اور قرب وجوار کے غیور مسلمانوں نے جاکر حضرت کو پھر بنکی کھال تشریف لانے پر مجبور کر دیا۔ نشیب و فراز سے گزرتے ہوئے انھوں نے اپنی خدمات جاری رکھیں اور مدرسہ ضیاء الاسلام بنکی کھال کی مٹی آخری آرام گاہ بنی - انا للہ وانا الیہ راجعون -پس ماندگان میں دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔

مولانا صبغۃ اللہ مصباحی اصاغر نواز تھے نئے فارغین مدارس کی حوصلہ افزائی کرتے اسی طرح کوئی امام یا عالم جگہ کے لیے ان کے مدرسے میں جاتا اس کے قیام و طعام کا مکمل خیال رکھتے ، جدید اور کم عمر علما کی خدمات کا اعتراف بھی کیا کرتے تھے یاد آتا ہے کہ دو سال قبل حضرت کا فون راقم الحروف کے پاس آیا اور خاکسار کی تحریری صلاحیت کی داد دینے لگے۔ ان کا انداز تکلم مشفقانہ تھا، گفتگو کے دوران فرمایا کہ آپ میرے یہاں کے جلسہ دستار بندی میں ضرور آئیں۔ میں نے اپنی مصروفیات کا حوالہ دیا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ گاڑی ریزرو کر کے آئیں، میں گاڑی کا کرایہ بھیج دے رہا ہوں۔ حضرت کے اس قدر اصرار کے باوجود بھی سرکاری ملازمت کی مجبوری کے سبب حاضر نہیں ہو سکا جس کا افسوس بھی ہے۔ اس واقعہ سے حضرت کی شخصیت کی قدر ہمارے دل میں مزید بڑھ گئی اس دن اس بات کا بھی احساس ہو گیا استاد محترم مولانا عبدالعزیز خاں قادری حشمتی علیہ الرحمہ اور مولانا عالم گیر مصباحی رضوی قدس سرہ کے وصال کے بعد مولانا صبغۃ اللہ مصباحی کی مشفقانہ سرپرستی میں ہماری زندگی گزرے گی لیکن میں ایک اور سرپرست سے محروم ہو گیا۔

خلد مکیں تینوں شخصیات کے مابین جو تعلقات رہے اس کی مثال تینوں کے وصال کے وقت ہمیں مل گئی۔ مولانا عبد العزیز خاں قادری حشمتی مصباحی کا وصال رجب المرجب میں ہوا جب کہ مولانا عالم گیر مصباحی رضوی اور مولانا صبغۃ اللہ مصباحی کا وصال رمضان المبارک میں، لیکن تینوں کے وصال کے وقت آس پاس ہی رہا۔ ان کی مشفقانہ نظر عنایت باہر کے علما تک ہی نہیں رہی بلکہ اپنے مدرسے کے اساتذہ کے ساتھ بھی رویہ ہمدردانہ رہا، حضرت مولانا محمد خدادین منظری خطیب و امام مسجد میاں باغ سون پور ضلع سارن نے بتایا کہ "میں نے مولانا صبغۃ اللہ مصباحی کے مدرسے میں تقریباً دو سال تک خدمات انجام دیں، اس دوران حضرت کا رویہ کبھی حاکمانہ نہیں رہا بلکہ ہمیشہ سرپرست کے طور ہماری رہنمائی فرماتے رہے۔"

مولانا صبغۃ اللہ مصباحی صاحب مزار ضرور ہو گئے لیکن اپنی خدمات کی بدولت زندہ جاوید رہیں گے ان شاء اللہ - اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے درجات کو بلند کرے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔

▪▪▪▪▪

آئینۂ عالم

غزہ-دور جدید کی کربلا اور انسانی حقوق کا بحران

مفتی مسرور عالم قادری مصباحی

آج ہم جس دور میں زندہ ہیں، اس میں دنیا بھر میں ہونے والے مختلف تنازعات اور جنگوں نے انسانیت کو ایک امتحان میں ڈال دیا ہے۔ ان جنگوں میں سب سے زیادہ متاثر ہونے والا طبقہ وہ مظلوم عوام ہیں جو ان طاقتوروں کے درمیان اپنے حق کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ فلسطین اور اس کی سرزمین غزہ ایک ایسی ہی حقیقت ہے، جہاں مظلومیت کی ایک زبردست تاریخ رقم ہو رہی ہے۔ غزہ کا موجودہ بحران دراصل ایک ایسا دور ہے جسے اگر ہم تاریخی طور پر دیکھیں تو یہ کربلا کے بعد سب سے بڑا ظلم نظر آتا ہے۔

غزہ کی حالت: غزہ کے حالات انتہائی تشویشناک ہیں۔ گزشتہ کئی دہائیوں سے اسرائیلی فوج نے اس خطے کو اپنے محاصرے میں لے رکھا ہے۔ غزہ کے لوگوں کو بنیادی انسانی حقوق تک رسائی حاصل نہیں ہے۔ وہاں کا ہر فرد، چاہے وہ بچہ ہو، جوان ہو یا بزرگ، روزانہ کی بنیاد پر تشویش اور خوف میں زندگی گزار رہا ہے۔ بے گناہ فلسطینیوں کے قتل عام، خواتین اور بچوں کے ساتھ ظلم و زیادتی، اسپتالوں میں علاج کی عدم سہولت، خوراک اور پانی کی کمی، ان سب چیزوں کا غزہ کے عوام کو سامنا ہے۔

کربلا کی مثال: غزہ میں جو مظالم ہو رہے ہیں، وہ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ وقت بھی ایک نیا کربلا بن چکا ہے۔ امام حسین اور ان کے ساتھیوں کی قربانیوں کی طرح، غزہ کے لوگ بھی اپنی آزادی اور عزت کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ دے رہے ہیں۔ امام حسین نے یزید کے ظلم کے آگے سر نہیں جھکایا، اسی طرح غزہ کے مظلوم عوام بھی اس ظلم کے خلاف اپنے حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ غزہ میں ہونے والی خوں ریزی اور اذیتوں کو دیکھتے ہوئے، ہمیں کربلا کے واقعہ کو یاد کرنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ حق کا راستہ ہمیشہ صعوبتوں سے گزرتا ہے۔

عالمی ردعمل اور دوہرا معیار: دنیا میں انسانی حقوق کے علم بردار اکثر اسرائیلی ظلم کے سامنے خاموش رہتے ہیں یا اسے نظر انداز کرتے ہیں۔ اقوام متحدہ اور دیگر عالمی ادارے جو دنیا بھر میں انسانی حقوق کی پاس داری کی بات کرتے ہیں، وہ غزہ میں اسرائیل کی طرف سے ہونے والے مظالم پر کیوں خاموش ہیں؟ یہ سوال عالمی برادری کے ضمیر کو جھنجھوڑتا ہے۔ اس وقت عالمی سطح پر جو ردعمل نظر آتا ہے، وہ بے حد مایوس کن ہے۔ اسرائیل کے مظالم پر ان اداروں کا بے حسی کا مظاہرہ ظاہر کرتا ہے کہ دنیا میں طاقت کے توازن کا اصل مرکز انصاف نہیں، بلکہ مفادات ہیں۔

یہ صورت حال دنیا کے مسلمانوں کے لیے ایک سنگین چیلنج ہے۔ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ جب تک ہم غزہ کے مظلوموں کی مدد کے لیے اپنی آواز بلند نہیں کریں گے، تب تک یہ دنیا بھر میں انسانی حقوق کے لیے ایک سنگین مسئلہ بنتا رہے گا۔

غزہ کے حق میں مسلمانوں کی ذمہ داری: ہم مسلمان ہیں اور ہمارے دین نے ہمیں ہمیشہ مظلوموں کی حمایت کرنے اور ظالم کے خلاف کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے۔ غزہ کے مظلوموں کی حمایت کرنا ہمارا فرض ہے۔ ہمیں نہ صرف اپنے قریبی حلقوں میں اس مسئلے کو اجاگر کرنا چاہیے، بلکہ عالمی سطح پر بھی اس مسئلے کے بارے میں آگاہی پھیلانی چاہیے۔ ہمیں اپنے حکومتوں کو بھی اس مسئلے پر آواز اٹھانے کے لیے دباؤ ڈالنا ہوگا تاکہ فلسطینی عوام کو انصاف مل سکے۔

دعوتی پیغام: یہ وقت ہے کہ ہم سب اس مسئلے پر

متحد ہوکر اس جنگ میں حصہ لیں۔ اگر ہم آج غزہ کے مظلوموں کی مدد کرنے میں ناکام رہے، تو کل یہ ہمارے لیے ایک سوال بنے گا کہ ہم نے اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کھڑا ہونے میں کیا کردار ادا کیا؟ کیا ہم نے ان کے حق میں آواز اٹھائی؟ کیا ہم نے دنیا کے سامنے ان کی حالت زار کو پیش کیا؟

ہماری دعاؤں کی اہمیت: ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دعا بہت بڑی طاقت رکھتی ہے۔ ہم غزہ کے مظلوموں کے لیے دعا کریں، اللہ سے ان کی حفاظت اور ان کی کامیابی کی دعا کریں۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں اپنی عملی مدد بھی فراہم کرنی چاہیے، چاہے وہ مالی ہو، امدادی سامان ہو یا عالمی سطح پر اس مسئلے کے لیے آواز بلند کرنا ہو۔ اگر دنیا میں ہر مسلمان غزہ کے مظلوموں کے حق میں اپنی آواز بلند کرے، تو یقیناً ظلم کا خاتمہ ممکن ہے۔

غزہ کے بعد دنیا کے مستقبل کی تصویر: اگر آج ہم غزہ کے مسئلے پر خاموش رہتے ہیں، تو کل ہمیں یہ خطرہ درپیش ہوگا کہ دنیا میں ظلم اور جبر کے نظام کو تقویت ملے گی۔ لیکن اگر ہم غزہ کے مسئلے پر یکجہتی سے آواز اٹھاتے ہیں، تو ہم دنیا بھر میں ایک نیا پیغام دے سکتے ہیں، ایک ایسا پیغام جو انصاف، امن، اور حقوق کے تحفظ پر مبنی ہو۔ ہمیں اس بات کو سمجھنا ہوگا کہ ہم جو کچھ آج کریں گے، وہ ہمارے آنے والی نسلوں کی زندگیوں پر اثرانداز ہوگا۔

غزہ کا مسئلہ صرف فلسطینیوں کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ عالمی سطح پر انسانی حقوق کا مسئلہ ہے۔ ہمیں اس مسئلے کو یکجہتی کے ساتھ حل کرنے کی ضرورت ہے۔ غزہ کے مظلوم عوام کی مدد کرنا ہماری دینی، اخلاقی اور انسانی ذمہ داری ہے۔ امام حسین نے کربلا میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، اور آج غزہ کے عوام بھی اسی جذبے کے ساتھ اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں غزہ کے مظلوموں کے حق میں آواز اٹھانے، ان کی مدد کرنے اور ان کے ساتھ کھڑے ہونے کی توفیق دے۔ آمین۔ ◘◘

(ص:27 کا بقیہ)۔تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی خاطر خواہ خدمات سرانجام دیں اور متعدّد قابل قدر تصانیف کا ذخیرہ چھوڑا بعض کے نام یہ ہیں: ○الجامع الصحیح ○التاریخ الکبیر ○التاریخ الاوسط ○التاریخ الصغیر ○کتاب الضعفا ○کتاب الکنی ○الادب المفرد ○جزء رفع الیدین ○جزءالقراءۃ خلف الامام ○ کتاب الاشربۃ ○کتاب الھبہ ○کتاب العلل ○برالوالدین ○الجامع الکبیر ○التفسیر الکبیر ○المسند الکبیر ○خلق افعال العباد ○قضایا الصحابہ والتابعین ○کتاب الوحدان ○ کتاب المبسوط ○کتاب الفوائد ○اسامی الصحابہ۔

(منحۃ الباری حل صحیح بخاری، ص:24)

بخاری شریف کی مقبولیت: یوں تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی کتابیں لکھیں، لیکن جو مقبولیت و شہرت بخاری شریف کو ملی اس قدر کسی اور کتاب کو حاصل نہ ہوسکی۔

محدثین کے تاثرات: حضرات علمائے کرام کے نزدیک وہ انتہائی درجہ کے معظم و محترم تھے حتیٰ کہ امام مسلم علیہ الرحمہ جب اُن کے پاس جاتے تو سلام کے بعد یہ خواہش کرتے کہ ان کے پاؤں کو بوسہ دیں اور حدیث کے طبیب، سید المحدثین کے القاب سے ان کو یاد کرتے تھے۔ امام ترمذی علیہ الرحمہ نے کہا: میں نے امام بخاری کی مثل کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس امت کی زینت پیدا کیا ہے۔

وصال: "یکم شوال المکرم"، 256ھ کو 62 سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ ایک عرصے تک آپ کی قبر انور سے مشک و عنبر سے زیادہ عمدہ خوشبو آتی رہی۔ سمرقند (ازبکستان) کے قریب موضع خرتنگ میں آپ کا مزارِ فائض الانوار ہے۔

(مقدمہ ضیاء القاری، ج:1، ص:257)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں امام بخاری علیہ الرحمہ کے فیضان سے مالا مال فرمائے آمین ❖ ❖

یاد ماضی

ملکہ زینوبیا

مہتاب پیامی

ملکہ زینوبیا (پیدائش: تقریباً 240 عیسوی، وفات: نامعلوم)، پالمائرین سلطنت کی ملکہ، ایک ایسی تاریخی شخصیت جس نے رومن سلطنت کے زوال پذیر دور، جسے "تیسری صدی کا بحران" (235-284 عیسوی) کہا جاتا ہے، میں روم کے اقتدار کو چیلنج کیا۔ یہ دور رومن تاریخ کا انتشار انگیز دور تھا، جس کی خصوصیت مسلسل خانہ جنگی، سماجی بدامنی، معاشی عدم استحکام، اور سب سے اہم، رومن سلطنت کا تین الگ الگ خطوں میں تقسیم ہونا تھا: گالک سلطنت، رومن سلطنت، اور پالمائرین سلطنت۔ زینوبیا کی قیادت میں پالمائرین سلطنت اسی بحران کی پیداوار تھی، جب مرکزی رومن حکومت کی کمزوری نے دور دراز کے علاقوں کو خود مختار سیاسی وجود بننے کا موقع فراہم کیا۔

تیسری صدی کا بحران:

تیسری صدی کا بحران رومن سلطنت کے لیے ایک تباہ کن دور تھا۔ مسلسل خانہ جنگی نے رومن اقتدار کو کمزور کر دیا تھا، اور کئی علاقوں نے خود کو آزاد سیاسی اکائیوں کے طور پر قائم کیا۔ اس بحران کی وجہ سے سلطنت تین حصوں میں بٹ گئی: مغربی یورپ میں گالک سلطنت، وسطی رومن سلطنت، اور مشرقی علاقوں میں پالمائرین سلطنت۔ روم کی مرکزی حکومت اس قدر کمزور ہو چکی تھی کہ وہ اپنے مضبوط علاقوں کو کنٹرول کرنے سے قاصر تھی، جس نے زینوبیا جیسے مقامی رہنماؤں کو موقع فراہم کیا کہ وہ اپنی طاقت کو مستحکم کریں۔

اس وقت پالمائرا، جو موجودہ شام میں واقع ہے، ایک اہم تجارتی مرکز تھا جو روم اور مشرق کے درمیان ایک پل کا کردار ادا کرتا تھا۔ یہ شہر اپنی ثقافتی تنوع اور معاشی خوش حالی کے لیے مشہور تھا۔ زینوبیا نے اس شہر کی طاقت کو استعمال کرتے ہوئے ایک ایسی سلطنت قائم کی جو مصر سے لے کر ایشیا مائنر تک پھیلی ہوئی تھی۔

خاندان، ولادت اور تعلیم وتربیت:

زینوبیا، جس کا پورا نام جولیا اوریلیا زینوبیا تھا، تقریباً 240ء میں پالمائرا، شام میں پیدا ہوئی، اس کی ابتدائی زندگی کے بارے میں معلومات محدود ہیں، لیکن تاریخی ذرائع کے مطابق وہ ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ شاید شامی یا عربی النسل سے تھی، اور اس کا تعلق پالمائرا کے اشرافیہ سے تھا۔ اس وقت شام رومن سلطنت کا ایک صوبہ تھا، جسے 116/115ء میں روم نے اپنی سلطنت میں شامل کیا تھا۔ زینوبیا رومن شہری تھی، کیونکہ اس کے خاندان کو غالباً شہنشاہ مارکس اوریلیئس (180-161ء) کے دور میں رومن شہریت کا درجہ دیا گیا تھا۔ ہسٹور یا آگسٹا کے مطابق، اس کے والد کا خاندان روم کی سیویرن خاندان کی مشہور خاتون جولیا ڈومنا (170-217ء) سے تعلق رکھتا تھا، جو رومن تاریخ کی ایک بااثر شخصیت تھی۔

زینوبیا نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ وہ یونانی اور لاطینی زبانوں سے واقف تھی اگرچہ ان زبانوں میں اس کی مہارت محدود تھی۔ تاہم، وہ مصری اور آرامی زبانوں میں روانی سے بات کر سکتی تھی۔ طبری کی روایت کے مطابق، زینوبیا کو بچپن میں خاندانی ریوڑوں اور چرواہوں کی نگرانی کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، اس تجربے نے اسے کم عمری میں ہی مردوں پر حکمرانی کرنے اور قائدانہ صلاحیتیں پیدا کرنے کا موقع دیا۔ اسی دوران اس نے گھوڑ سواری میں مہارت حاصل کی جو بعد میں اس کی فوجی مہمات میں

payamee@gmail.com Contact-9235647041

نمایاں طور پر کام آئی ۔ تاریخی روایات بتاتی ہیں کہ وہ اپنی فوج کے ساتھ لمبے فاصلوں تک پیدل چل سکتی تھی، شکار میں مردوں کا مقابلہ کر سکتی تھی، اور شراب پینے میں کسی کو بھی پیچھے چھوڑ سکتی تھیں۔ یہ صلاحیتیں اس دور کے معیار کے مطابق غیر معمولی تھیں، خاص طور پر ایک ایسی عورت کے لیے جو ایشیا کے اس روایتی معاشرے میں رہتی تھی جہاں خواتین سے عام طور پر گھریلو زندگی کی توقع کی جاتی تھی۔

زینوبیا کی شخصیت کو سمجھنے کے لیے اس کے تعلیمی اور ثقافتی شعور کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایڈورڈ گبن اپنی مشہور کتاب میں اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ؛ زینوبیا ایسی خاتون تھی جس نے ایشیا کے معاشرتی حالات اور جنسی پابندیوں کو توڑتے ہوئے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ وہ نہ صرف خوبصورت تھی بلکہ اپنی پاک دامنی اور بہادری میں کلیوپیٹرا سے بھی آگے تھی۔ اس کی سیاہ رنگت، موتیوں جیسے سفید دانت، اور چمکتی ہوئی سیاہ آنکھیں اس کی شخصیت کو ایک خاص دلکشی دیتی تھیں۔ اس کی آواز طاقت ور مگر دلنشین تھی اور اس نے اپنی ذہانت کو مطالعہ سے مزید نکھارا تھا۔ ذاتی مطالعے کی بدولت اس نے یونانی، سریانی، اور مصری زبانوں میں یکساں مہارت حاصل کی اور لاطینی زبان سے بھی کچھ حد تک واقف تھی۔ اس نے اپنے ذاتی استعمال کے لیے مشرقی تاریخ کا ایک خلاصہ بھی مرتب کیا تھا اور مشہور فلسفی لونجینس کی سرپرستی میں ہومر اور افلاطون کے ادب کا بھی مطالعہ کیا تھا۔ یہ تعلیمی پس منظر اسے ایک ایسی حکمران بناتا تھا جو نہ صرف فوجی میدان میں بلکہ ثقافتی اور فکری طور پر بھی نمایاں تھی۔

پاک دامنی:

تاریخی ذرائع میں زینوبیا کی پاک دامنی کو خاص طور پر اجاگر کیا گیا ہے۔ وہ اس نظریے کی حامی تھی کہ جنسی تعلقات صرف افزائش نسل کے لیے ہونے چاہئیں۔ اس کی شادی پالمائرا کے گورنر اودینا تھس سے ہوئی تھی، جو سلطنتِ روم کا وفادار اتحادی تھا۔ اودینا تھس نے روم کے لیے کئی فوجی مہمات سر کیں، جن میں ساسانی سلطنت کے خلاف کامیابیاں بھی شامل تھیں۔ شادی کے بعد، اس نے اپنے شوہر کو صرف اسی مقصد کے لیے ہم بستری کی اجازت دی۔ یہ فکر اس دور کے معاشرتی اصولوں کے برعکس تھی جس سے اس کی مضبوط شخصیت اور نظم و ضبط کی عکاسی ہوتی ہے۔ اس کی یہ خصوصیت قدیم ذرائع، حتیٰ کہ عربی روایات میں بھی اس کے کردار کو ایک عظیم اور قابل احترام ملکہ کے طور پر پیش کرتی ہے۔

267ء میں ایک شکار کے دوران اپنے بھتیجے کے ساتھ تنازعہ کے بعد اودینا تھس اور اس کے بیٹے کی ہلاکت ہوگئی۔ کچھ ذرائع نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ زینوبیا نے اپنے بیٹے وہابالا تھس کو بادشاہ بنانے کے لیے اودینا تھس کا قتل کرایا، لیکن جدید مورخین نے اس نظریے کو مسترد کر دیا ہے۔ اودینا تھس کی موت کے بعد، زینوبیا نے اپنے کم عمر بیٹے وہابالا تھس کے نام پر بطور نائب السلطنت اقتدار سنبھالا۔ اس نے اپنے دربار کو دانشوروں اور فلسفیوں سے سجایا، جن میں مشہور افلاطونی فلسفی کیسیئس لونجینس (213-273ء) بھی شامل تھے، جن پر بعد میں روم کے ساتھ زینوبیا کے تعلقات خراب کرنے کا الزام لگایا گیا۔

ابتدائی دور اور روم کے ساتھ تعلقات:

اودینا تھس کے دور میں پالمائرا اور روم کے تعلقات دوستانہ رہے، کیونکہ اس کی فوجی مہمات روم کے مفادات کے ساتھ ساتھ اس کے اپنے مفادات کے لیے بھی تھیں۔ جب زینوبیا نے اقتدار سنبھالا، اس نے اپنے شوہر کی پالیسیوں کو جاری رکھا۔ تیسری صدی کے بحران کے دوران روم میں انتشار پھیلا ہوا تھا، جہاں 26 شہنشاہ آئے اور چلے گئے۔ اودینا تھس شاید یہ سوچتا تھا کہ وہ اپنی فوجی کامیابیوں اور دولت کے ذریعے روم کے تخت پر قابض ہو سکتا ہے۔ زینوبیا نے بھی ممکنہ طور پر یہ خیال کیا

کہ وہ یا اس کا بیٹا روم پر حکومت کر سکتا ہے، اور اسی لیے اس نے اودیناتھس کے انداز میں اپنی سلطنت کو مضبوط کیا۔

زینوبیا نے اپنے دور کے ابتدائی برسوں میں ایک شاندار دربار قائم کیا۔ رچرڈ اسٹون مین لکھتے ہیں کہ اودیناتھس کی موت کے بعد پانچ سالوں میں زینوبیا نے خود کو مشرق کی ملکہ کے طور پر قائم کر لیا تھا۔ وہ پالمائرا کے شاندار محلات میں رہتی تھی، انطاکیہ اور دمشق کی بہترین ریشمی پوشاکوں میں ملبوس ہوتی تھیں اور ان کے پاس اودیناتھس کی فوجی کامیابیوں کی شہرت اور بدوی سپاہیوں کی طاقت تھی۔ اس طاقت اور اثر و رسوخ کے ساتھ، اس نے روم کے اقتدار کو چیلنج کرنے کا فیصلہ کیا۔

مصر کی فتح:

268عیسوی میں گیلیئنس کی ہلاکت اور اس کے بعد کلاوڈیئس دوم اور کوئنٹیلس کے مختصر ادوار نے روم کو مزید کمزور کر دیا۔ اس افراتفری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے زینوبیا نے 269ء میں اپنے جنرل زبداس کی قیادت میں مصر پر حملہ کیا اور اسے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس وقت مصر روم کے لیے اناج کی فراہمی کا ایک اہم ذریعہ تھا، اور اس کی فتح زینوبیا کی سلطنت کے لیے بڑی کامیابی تھی۔

زینوبیا نے اس فتح کو روم کے خلاف بغاوت کے طور پر پیش نہیں کیا۔ ایک شامی-مصری شخص تیماجینیس نے رومی گورنر کی غیر موجودگی میں مصر میں بغاوت شروع کی تھی، اور زینوبیا نے اپنے حملے کو روم کے مفادات کے تحفظ کے طور پر پیش کیا۔ البتہ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ تیماجینیس کو زینوبیا نے ہی بغاوت کے لیے اکسایا تھا تاکہ اسے حملے کا جواز مل سکے۔ ابتدا میں شامی فوج کامیاب رہی، لیکن رومن فوج نے واپسی پر انھیں مصر سے نکال دیا۔ زینوبیا کی فوج نے رومیوں فوج کا پیچھا کیا اور شام کے قریب ایک جوابی حملے میں رومن فوج کو تباہ کر دیا۔ اس طرح مصر زینوبیا کی سلطنت کا حصہ بن گیا۔

سلطنت کی توسیع:

مصر کی فتح کے بعد زینوبیا نے لیونٹ اور ایشیا مائنر کے علاقوں کے ساتھ سفارتی مذاکرات کیے اور انھیں اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ روم کے اندرونی انتشار کی وجہ سے ان علاقوں کے مقامی رہنماؤں کے لیے پالمائرین سلطنت ایک پرکشش متبادل تھی۔ زینوبیا نے اپنی سلطنت کو اس طرح بڑھایا کہ وہ روم کے ساتھ کھلی دشمنی سے بچتی رہی۔ اس نے وہابالاتھس اور اوریلین (شہنشاہ روم) کے نام سے مشترکہ سکے جاری کیے اور پالمائرا میں اوریلین کے نام سے کتبے نصب کروائے۔ اس کے باوجود اس نے اپنے بیٹے کے لیے "آگسٹس" اور خود کے لیے "آگسٹا" کے خطابات اختیار کیے، جو رومن شاہی خاندان کے خصوصی خطابات تھے۔ اس کے علاوہ اس نے ساسانی پارسیوں کے ساتھ تجارتی معاہدے کیے اور روم کے مفادات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی سلطنت کو وسعت دی۔ 271ء تک اس کی سلطنت موجودہ عراق سے ترکی اور مصر تک پھیل چکی تھی۔

زینوبیا اور اوریلین:

جب تک زینوبیا اپنی سلطنت کو مضبوط کر رہی تھیں، روم کے دوسرے شہنشاہ یا تو اس کی سرگرمیوں کو نظر انداز کر رہے تھے یا ان کے پاس وسائل کی کمی تھی۔ لیکن اوریلین (حکومت: 270-275ء) ایک مختلف قسم کا حکمران تھا۔ وہ ایک فوجی افسر سے ترقی کر کے شہنشاہ بنا تھا اور اس کی ترجیح رومی سلطنت کی وحدت بحال کرنا تھی۔ 272ء تک اوریلین نے وینڈلز، ایلیمانی، اور گوتھس کو شکست دی اور مشرقی صوبوں کو زینوبیا سے واپس لینے کے لیے تیار ہو گیا۔

اوریلین نے کوئی سفارتی خط و کتابت نہیں کی بلکہ اپنی پوری فوج کے ساتھ پالمائرین سلطنت پر حملہ کر دیا جب کہ ہسٹوریا آگسٹا میں اوریلین کے ایک خط کا ذکر ہے جس میں اس نے زینوبیا سے ہتھیار ڈالنے کا مطالبہ کیا، اور زینوبیا کے مغرورانہ

جواب کا بھی تذکرہ ہے۔ تاہم، مورخین اسے بعد کی ایجادات سمجھتے ہیں، جو اوریلین کی رحم دلی اور زینوبیا کی ہٹ دھرمی کو اجاگر کرنے کے لیے بنائی گئیں۔

ایشیا مائنر میں داخل ہوتے ہی اوریلین نے زینوبیا کے شہروں کو تباہ کیا۔ جب وہ ٹیانا پہنچا، جو مشہور فلسفی اپولونیئس آف ٹیانا کا شہر تھا، تو اسے خواب میں اپولونیئس نے رحم دلی کی تلقین کی، اوریلین نے ٹیانا کو معاف کر دیا، اور اس رحم دلی نے دیگر شہروں کو مزاحمت کے بجائے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا۔ جلد ہی اوریلین شام پہنچ گیا، اوریلین کے شام پہنچنے کی خبر پا کر زینوبیا نے اپنی فوج کو منظم کیا، اور دونوں فوجیں دافنے کے قریب عمائے کی لڑائی میں آمنے سامنے ہوئیں۔ اوریلین نے جھوٹی پسپائی کی حکمت عملی اپنائی، جس سے پالمائرین فوج تھک گئی۔ جب وہ پیچھا کرتے ہوئے کمزور ہوئی، تو رومن فوج نے ایک گھیرے کی شکل میں حملہ کر کے اسے شکست دی۔ پالمائرین فوج کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا، اور زینوبیا اپنے جنرل زبداس کے ساتھ ایمیسا فرار ہو گئی، جہاں اس کے پاس مزید فوجی اور خزانہ موجود تھا۔

اوریلین نے اس کا پیچھا کیا۔ ایمیسا کے قریب ایک اور لڑائی ہوئی، جہاں اوریلین نے وہی حکمت عملی دوبارہ استعمال کی۔ پالمائرین گھڑسواروں نے رومن فوج کا پیچھا کیا، لیکن رومن فوج نے مڑ کر حملہ کیا اور پالمائرین کو تباہ کر دیا۔ اوریلین نے ایمیسا پر قبضہ کر لیا اور غالباً زینوبیا کا خزانہ بھی لوٹ لیا۔ تاہم، زینوبیا ایک بار پھر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔

گرفتاری:

271 عیسوی میں اوریلین نے پالمائرین افواج کو ایمیسا اور انطاکیہ کی لڑائیوں میں شکست دی۔ اوریلین نے پالمائرا پر قبضہ کیا اور جب اسے معلوم ہوا کہ زینوبیا فرار ہو گئی ہے، تو اس نے اپنے گھڑسوار دستوں کو اس کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ زینوبیا شاید پارسیوں سے امداد کی امید رکھتی تھی، لیکن جب کوئی مدد نہ آئی تو اس نے اپنے بیٹے وہابالاتھس کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر پارسیوں کے پاس فرار ہونے کی کوشش کی لیکن 272ء میں اس کو فرات کے کنارے فرار ہونے کی کوشش کرتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا۔ اسے زنجیروں میں جکڑ کر اوریلین کے سامنے پیش کیا گیا۔ زینوبیا نے اپنی بے گناہی کا دعویٰ کیا اور اپنے فیصلوں کا الزام اپنے مشیروں، خاص طور پر کیسیئس لونجینس پر ڈال دیا، چنانچہ اسے فوراً سزائے موت دے دی گئی۔ اس کے بعد زینوبیا کو روم لے جایا گیا۔

زینوبیا کا انجام:

پالمائرا کو رومن سلطنت میں دوبارہ شامل کر لیا گیا، اور زینوبیا کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ زینوبیا کے انجام کے بارے میں تاریخی ذرائع متضاد ہیں۔ کچھ روایات، جیسے ہسٹور یا آگسٹا، وغیرہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسے روم کی سڑکوں پر زنجیروں میں جکڑ کر پریڈ کرائی گئی اور بعد میں اس کی موت ہو گئی۔ تاہم، زیادہ معتبر ذرائع، جیسے زوسیمس اور زونارس، بتاتے ہیں کہ اوریلین نے اسے معاف کر دیا اور اسے روم میں ایک آرام دہ زندگی گزارنے کی اجازت دی۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ زینوبیا کو روم میں زنجیروں میں پریڈ کرنے یا ان کی سزا دینے کی کہانی شاید بعد کے مورخین نے پروپیگنڈے کے طور پر پھیلائی، تاکہ اوریلین کی فتح کو مزید شاندار بنایا جا سکے۔

زینوبیا کے انجام کے بارے میں مختلف ذرائع مختلف روایات پیش کرتے ہیں۔ زوسیمس کے مطابق، وہ اور اس کا بیٹا باسفورس میں ڈوب گئے، لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ زینوبیا روم پہنچی مقدمہ چلا، اور بری ہو کر ایک ولا میں رہی، جہاں ایک بار پھر اس کی شادی ایک رومن شخص سے ہوئی۔ ہسٹور یا آگسٹا دعویٰ کرتی ہے کہ زینوبیا کو اوریلین کے فتحیہ جلوس میں سونے کی

زنجیروں اور زیورات سے لدی ہوئی روم کی سڑکوں پر گھمایا گیا، جس کے بعد اسے روم کے قریب ایک محل دیا گیا جہاں اس نے اپنی باقی زندگی عیش و آرام میں گزاری۔

زونارس کہتے ہیں کہ اسے کبھی زنجیروں میں نہیں باندھا گیا اور نہ پریڈ کرائی گئی، زونارس یہ بھی کہتے ہیں کہ اوریلین نے زینوبیا کی ایک بیٹی سے شادی بھی کی تھی۔

طبری اور دیگر روایات:

طبری کی روایت میں اوریلین یا روم کا ذکر نہیں ہے، ان کے مطابق، زینوبیا نے ایک قبیلے کے سردار جاذیمہ کو شادی کی رات قتل کیا، اور اس کے بھتیجے نے بدلہ لینے کے لیے اس کا پیچھا کیا۔ وہ پالمائرا سے فرار ہوئی اور فرات کے نیچے بنائی گئی ایک سرنگ میں داخل ہونے والی تھی کہ پکڑی گئیں۔ اس کے بعد یا تو اس نے زہر پی کر خودکشی کی یا اسے سزائے موت دی گئی۔

ہسٹؤر یا آگسٹا کو ایک غیر معتبر ذریعہ سمجھا جاتا ہے، جو اکثر واقعات اور شخصیات کو مبالغہ آمیز انداز میں پیش کرتا ہے تاکہ رومن شہنشاہوں کی عظمت کو اجاگر کیا جا سکے۔ رچرڈ اسٹون مین لکھتے ہیں کہ اس کی تفصیلات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اس کے مقابلے زوسیمس اور زونارس کے بیانات زیادہ قابل اعتماد ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ زینوبیا کو روم لے جایا گیا ہو لیکن اسے فتحیہ جلوس میں پیش کرنے کی کہانی شاید افسانوی ہے۔ اوریلین نہیں چاہتا تھا کہ روم کے عوام ایک عورت کی طاقت کے سامنے شرمندہ ہوں، اس لیے اس نے زینوبیا کی شکست کو زیادہ توجہ نہ دینے کی کوشش کی۔ زینوبیا کے مقدمے، بریت، اور روم میں زندگی گزارنے کی کہانی زیادہ قابل قبول ہے۔ مغربی ذرائع میں اس کی سزائے موت کا کوئی ثبوت نہیں، اور اس کی موت کا خودکشی یا سزا والا ورژن شاید عربی روایات سے آیا۔

سٹوریا آگسٹا اور ایڈورڈ گبن کے بیانات زینوبیا کو ایک ایسی خاتون کے طور پر پیش کرتے ہیں جو اپنی ذہانت، خوب صورتی، اور بہادری کے باعث اپنے دور کی سب سے نمایاں شخصیت تھی۔ گبن کا بیان، جو ہسٹؤر یا آگسٹا سے بہت حد تک متاثر ہے، زینوبیا کی شبیہ کو بعد کی نسلوں تک ایک ہیروئن کے طور پر پہنچانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ البتہ، عربی ذرائع، جیسے طبری کی روایات، اسے کم بہادر اور زیادہ چالاک کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ اس کے باوجود، تمام ذرائع اس بات پر متفق ہیں کہ وہ ایک غیر معمولی رہنما تھی۔

زینوبیا کی کہانی صرف ایک عسکری یا سیاسی رہنما کی کہانی نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسی عورت کی داستان ہے جس نے ایک مردانہ معاشرے میں اپنی صلاحیتوں سے ایک سلطنت بنائی۔ اس نے نہ صرف فوجی مہمات سر کیں بلکہ ایک ایسی ثقافتی شناخت قائم کی جو آج بھی پالمائرا کی آثار قدیمہ میں جھلکتی ہے۔ اس کی سلطنت اگرچہ عارضی تھی، لیکن اس نے رومن سلطنت کے کمزور ڈھانچے کو بے نقاب کیا اور ثابت کیا کہ مقامی رہنما عالمی طاقتوں کو چیلنج کر سکتے ہیں۔ زینوبیا کو بعد کی نسلوں نے ایک باغی، ایک ملکہ، اور ایک ہیروئن کے طور پر یاد کیا۔ جدید دور میں، وہ نسوانی طاقت اور خود مختاری کی علامت بن گئی ہے۔ اس کی کہانی شام کی ثقافتی شناخت کا بھی حصہ ہے، جہاں پالمائرا کے کھنڈرات آج بھی اس کے عظیم کارناموں کی گواہی دیتے ہیں۔

ماخذ:

زوسیمس۔ 490ء۔

ہسٹؤر یا آگسٹا (چوتھی صدی عیسوی)۔

زونارس (بارہویں صدی عیسوی)۔

طبری (839–923 عیسوی)

عدی بن زید (چھٹی صدی عیسوی) کے بیانات پر مبنی

□□□□□

حفظانِ صحت

موسمِ گرما، پیٹ کا السر اور تیزابیت

medicoverhospitals.in سے ماخوذ

موسم گرما اپنے ساتھ دھوپ، تفریح اور بیرونی سرگرمیوں کا مزہ لاتا ہے، لیکن یہ پیٹ کے السر اور تیزابیت (ایسڈ ریفلوکس) سے متاثرہ افراد کے لیے چیلنجز بھی لا سکتا ہے۔ گرمی اور نمی ان حالات کو مزید خراب کر سکتی ہے، جس سے روزمرہ کے معمولات اور موسم سے لطف اندوز ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ گرمیوں کے مہینوں میں کئی عوامل پیٹ کے السر اور تیزابیت کے مسائل کو بڑھا سکتے ہیں۔ ان میں سے چند اہم محرکات درج ذیل ہیں:

(1)-مسالے دار اور تیل والے کھانوں کا استعمال

گرمیوں میں باربی کیو، پکنک اور سماجی اجتماعات کے دوران مسالے دار اور تیل والے کھانوں کا استعمال عام ہوتا ہے۔ یہ کھانے پیٹ کی پرت میں جلن پیدا کر سکتے ہیں، تیزاب کی پیداوار کو بڑھاتے ہیں اور سینے کی جلن یا پیٹ کے درد کا باعث بنتے ہیں۔ خاص طور پر مرچ، مصالحہ جات اور تلی ہوئی اشیا پیٹ کے السر کے مریضوں کے لیے نقصان دہ ہو سکتی ہیں۔

(2)-پانی کی کمی: گرم موسم میں پسینے کی وجہ سے پانی کی کمی ایک عام مسئلہ ہے۔ جب جسم میں پانی کی مناسب مقدار نہ ہو، تو پیٹ میں تیزاب زیادہ مرتکز ہو جاتا ہے، جو تیزابیت اور سینے کی جلن کو بڑھاتا ہے۔ پانی کی کمی پیٹ کے السر کی علامات کو بھی شدید کر سکتی ہے، جس سے تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے۔

(3)-غیر صحت بخش مشروبات: گرمیوں میں کیفین والے مشروبات (جیسے کافی، چائے یا کولڈ ڈرنکس) اور شکر والے مشروبات کا زیادہ استعمال پانی کی کمی کو بڑھا سکتا ہے۔ یہ مشروبات معدے میں تیزاب کی سطح کو بھی بڑھاتے ہیں، جو تیزابیت کا باعث بنتے ہیں۔

(4)-دباؤ اور طرز زندگی: گرمیوں میں سفر، سماجی تقریبات یا غیر منظم کھانے کے اوقات دباؤ کا باعث بن سکتے ہیں، جو نظامِ ہاضمہ پر منفی اثر ڈالتے ہیں۔ دباؤ پیٹ کے السر اور تیزابیت کی علامات کو مزید خراب کر سکتا ہے۔

تیزابیت اور پیٹ کے السر سے بچاؤ کے لیے غذائی تبدیلیاں:

غذائی عادات میں تبدیلی پیٹ کے السر اور تیزابیت کی علامات کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ موسم گرما میں درج ذیل غذاؤں کو اپنی خوراک میں شامل کریں:

پھل : کیلے، خربوزے، سیب اور ناشپاتی پیٹ کے تیزاب کو بے اثر کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ پھل ہاضمہ نظام کو سہارا دیتے ہیں اور جلن کو کم کرتے ہیں۔

سبزیاں : پتوں والی سبز سبزیاں جیسے پالک، سلاد پتے اور بروکلی ہاضمے کے لیے فائدہ مند ہیں۔ یہ الکلائن خصوصیات رکھتی ہیں، جو تیزابیت کو کم کرتی ہیں۔

اناج: دلیا، براؤن رائس اور کوئنوآ پیٹ پر نرم ہوتے ہیں اور ہاضمہ صحت کو بہتر بناتے ہیں۔

جنجر (ادرک): جنجر قدرتی طور پر ہاضمے کو بہتر بناتا ہے اور پیٹ کی جلن کو کم کرتا ہے۔ آپ ادرک کی چائے یا ادرک کے ٹکڑوں کو اپنی خوراک میں شامل کر سکتے ہیں۔

بادام: بادام صحت مند چکنائی فراہم کرتے ہیں اور پیٹ کے تیزاب کو متوازن کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ مختصر مقدار میں بادام کھانا تیزابیت کے لیے فائدہ مند ہو سکتا ہے۔

پروٹین: گرلڈ چکن، مچھلی یا پھلیاں یہ نظامِ ہاضمہ پر بوجھ

نہیں ڈالتے اور السر کے مریضوں کے لیے بہتر انتخاب ہیں۔

غذائیں جن سے پرہیز کرنا چاہیے:

○ مسالیدار کھانے (مرچ، کالی مرچ وغیرہ) ○ تلی ہوئی یا چکنائی والی غذائیں ○ ٹماٹر پر مبنی مصنوعات (سوس، کیچپ) ○ لہسن اور پیاز (خام شکل میں) ○ الکوحل، کاربونیٹڈ مشروبات اور زیادہ چکنائی والا دودھ۔

صحت کے لیے ہائیڈریشن کی اہمیت:

گرمیوں میں ہائیڈریشن ہاضمہ صحت کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ مناسب مقدار میں پانی پینے سے پیٹ میں تیزاب کی سطح متوازن رہتی ہے اور تیزابیت کے بھڑک اٹھنے سے بچاؤ ہوتا ہے۔ درج ذیل نکات پر عمل کریں:

روزانہ پانی کی مقدار : کم از کم 8-10 گلاس پانی پییں۔ اگر آپ باہر زیادہ وقت گزارتے ہیں تو اس مقدار کو بڑھائیں۔

ناریل پانی : یہ قدرتی الیکٹرولائٹس سے بھرپور ہوتا ہے اور ہائیڈریشن کے لیے بہترین ہے۔

کیفین سے پرہیز : کافی، چائے اور سافٹ ڈرنکس کا زیادہ استعمال جسم سے پانی نکال سکتا ہے۔

پھلوں کا رس : تازہ پھلوں کا رس (بغیر چینی کے) ہائیڈریشن اور غذائیت دونوں فراہم کرتا ہے۔

پیٹ کے السر اور تیزابیت کے لیے ادویات:

اگر غذائی تبدیلیاں اور طرز زندگی کے اقدامات علامات کو کنٹرول کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو طبی علاج ضروری ہو سکتا ہے۔ اپنے ڈاکٹر سے مشورہ کریں، جو درج ذیل ادویات تجویز کر سکتے ہیں:

پروٹون پمپ انحیبیٹرز (PPIs) : یہ ادویات (جیسے اومیپرازول، پینٹوپرازول) پیٹ میں تیزاب کی پیداوار کو کم کرتی ہیں اور السر کے علاج میں مدد دیتی ہیں۔

H2 رسیپٹر مخالف: یہ ادویات (جیسے رینٹاٹڈائن، فیموٹاٹڈائن) تیزاب کی مقدار کو کنٹرول کرتی ہیں اور سینے کی جلن سے نجات دلاتی ہیں۔

اینٹاسڈز: اینٹاسڈز (جیسے ٹمز، رولائیڈز) فوری طور پر تیزابیت اور سینے کی جلن کو کم کرتے ہیں، لیکن یہ عارضی حل ہیں۔

نوٹ: ادویات کا استعمال ہمیشہ ڈاکٹر کے مشورے سے کریں، کیونکہ طویل مدتی استعمال کے کچھ مضر اثرات ہو سکتے ہیں۔

تیزابیت کے گھریلو علاج:

طبی علاج کے ساتھ ساتھ کچھ گھریلو علاج بھی تیزابیت اور پیٹ کے السر کی علامات کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں:

کیمومائل چائے: کیمومائل چائے پیٹ کی سوزش کو کم کرتی ہے اور ہاضمے کو بہتر بناتی ہے۔ اسے کھانے کے بعد پینا فائدہ مند ہوتا ہے۔

چیونگم چبانا: کھانے کے بعد شوگر فری چیونگم چبانے سے لعاب کی پیداوار بڑھتی ہے، جو تیزاب کو بے اثر کرتی ہے۔

کھانے کے بعد لیٹنے سے گریز: کھانے کے فوراً بعد لیٹنے سے تیزاب گلے کی طرف جا سکتا ہے۔ کھانے کے بعد کم از کم 2-3 گھنٹے انتظار کریں۔

تکیہ بلند کرنا: سوتے وقت اپنے بستر کے سر کو 6-8 انچ بلند کریں تاکہ تیزاب گلے کی طرف نہ جائے۔

صحت مند وزن : زیادہ وزن تیزابیت کے خطرے کو بڑھاتا ہے۔ باقاعدہ ورزش اور متوازن خوراک وزن کو کنٹرول کرنے میں مدد دیتی ہے۔

ایلوویرا جوس: ایلوویرا جوس پیٹ کی سوزش کو کم کرتا ہے اور ہاضمے کو بہتر بناتا ہے۔ اسے محدود مقدار میں استعمال کریں۔

موسم گرما میں ہاضمہ صحت کے لیے عمومی نکات:

ہلکا کھائیں تاکہ پیٹ پر دباؤ نہ پڑے۔ دھوپ میں کم وقت گزاریں اور ہلکے کپڑے پہنیں۔ مراقبہ یا گہری سانس لینے کی مشقیں دباؤ کو کم کرتی ہیں، جو ہاضمے کے لیے فائدہ مند ہیں۔ مناسب نیند ہاضمہ نظام کو صحت مند رکھتی ہے۔ ◘◘

چراغ خانہ

مجھے ایک مسلم خاتون ہونے پر فخر ہے

نزہت جہاں

ان دنوں ہندوستان ،پاکستان سمیت دنیا بھر میں خواتین کے حقوق کی باتیں کی جارہی ہیں، مسلم خواتین کے تعلق سے سب سے زیادہ بحث ومباحثہ کیے جارہے ہیں، ہر کوئی یہ کہہ رہا ہے اسلام نے عورتوں کے ساتھ زیادتی کی ہے، خواتین کے حقوق سلب کیے ہیں ،انھیں معاشرہ اور سماج میں کوئی عزت وقعت نہیں دی ہے انھیں باندی کی حیثیت سے رکھا جاتا ہے، مختلف پابندیوں کا مکلف بنایا جاتا ہے ،ان کے گھر سے باہر نکلنے پر واویلا مچایا جاتا ہے ،انھیں صرف جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جب ضرورت پوری ہوجاتی ہے تو انھیں طلاق دے کر گھر سے باہر نکال دیا جاتا ہے ،کپڑے پہننے پر پابندی عائد کی جاتی ہے ،اپنی مرضی اور آزادی کی زندگی نہیں گزارنے دی جاتی ہے، تسلیمہ نسرین کی ہم نوا خواتین کے حقوق کی باتیں کرتے ہوئے یہاں تک کہہ جاتی ہیں کہ مردوں کی طرح عورتوں کو ستر مردوں سے اختلاط کا حق ملنا چاہیے، مجھے یاد آرہا ہے کیرالہ کے ایک جج نے بھی کچھ دنوں قبل اس طرح کی باتیں کہی تھیں کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی چار مردوں سے شادی کا حق ملنا چاہیے۔کچھ لوگ کہتے ہیں کہ طلاق کا اختیار مردوں کے بجائے عورتوں کو ملنا چاہیے، کچھ لوگوں کی خواہش ہے کہ طلاق کا نظام ہی ختم کردینا چاہیے، نکاح کے بعد میاں بیوی کے درمیان جدائی کے تمام راستوں پر پابندی عائد کردینی چاہیے۔ان سب کی آڑ میں اسلام کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور دانش ور کہلانے والا طبقہ خواتین کے حقوق کی ترجمانی کرنے کے بہانے اسلام کے خلاف دل کھول کر زہر افشانی کرنا شروع کردیتا ہے، اسلام میں تبدیلی کا مطالبہ کرتا ہے، مسلمانوں کو یورپ اور امریکی کلچر اپنانے کی تاکید کرتا ہے۔

مسلمانوں میں سے بھی کچھ لوگ بارہا اس طرح کی باتیں کرتے ہیں ،ٹی وی چینلوں کے ڈیبیٹ میں ،اپنی تحریر میں اور سوشل میڈیا کے توسط سے اسلام کو دقیانوس اور قدیم مذہب گردانتے ہیں ، مغربی طرز رہائش اختیار کرنے والی مسلم خواتین طلاق کو عورتوں کی توہین بتاتی ہیں، کچھ تین طلاق کو ایک طلاق کے درجہ میں رکھنے کا مطالبہ کرتی ہیں، تو کچھ اس خواہش کا اظہار کرتی ہیں کہ یورپ کی طرح اسلام میں بھی بغیر نکاح کے مرد و زن کے اختلاط کا جواز ملنا چاہیے ۔المیہ یہ ہے کہ مسلمان کہلانے والی یہ خواتین مسلمان ہونے کے باجود قرآنی احکامات کو ماننے کے بجاے عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹا کر یہ کہتی ہیں کہ اسلام میں ہمارے ساتھ زیادتی کی جارہی ہے، ہمیں آزادی نہیں دی گئی ہے؛ لیکن وہ خواتین کبھی یہ نہیں سوچتیں ہے کہ سماج و معاشرہ میں ہماری اپنی ذمہ داریاں کیا ہیں ؟ ہمارے شوہر کو طلاق دینے کی ضرورت کیوں پڑی ،شوہر نے ناراضگی کا اظہار کیوں کیا ، ہماری کن خامیوں اور کوتاہیوں کی بنا پر رفیق سفر کو یہ قدم اٹھانا پڑا، ہم نے اپنے شوہر کو اس کی محبت کا کیا صلہ دیا، مرد و عورت معاشرہ کے دو پہیے ہیں، گھروں کو بنانے اور سنوارنے کی دونوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے اور اگر کبھی کچھ نااتفاقی ہوجاتی ہے تو اسے اسلام کے دائرے میں حل کرنے بجاے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا اور اسلام پر تنقید کرنا ہماری کوتاہ فہمی اور مذہب سے دوری کا نتیجہ ہے ۔لگے ہاتھوں خواتین پر ہونے والے ظلم وتشدد کو بیان کرنے اور ان کے حقوق کی ترجمانی کرنے والی ماڈرن خواتین سے میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ اپنے گھر میں کام کرنے والی میڈ کا کتنا احترام کرتی ہیں، ان سے کیسے باتیں کرتی ہیں اور انھیں کیا عزت دیتی ہیں آخر وہ بھی تو ایک خاتون ہے۔

سچائی یہ ہے کہ خواتین کو جو حقوق اسلام نے دئے ہیں دنیا کے

nuzhatjahanmt@gmail.com

کسی اور مذہب میں اس کے ایک فیصد کا بھی تصور نہیں کیا جاسکتا ہے ،جو عزت، جو وقار اور جو احترام اسلام نے دیا ہے وہ خواتین کے عین فطرت تقاضے کے مطابق ہے اور اسی کو اپنانے میں خواتین کا مقام و مرتبہ ملحوظ رہتا ہے۔ اسلام سے قبل دنیا کی مختلف تہذیبوں اور معاشروں کا جائزہ لیں اور عورت کی حیثیت کو پہچاننے کی کوشش کریں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ عورت بہت مظلوم اور معاشرتی و سماجی عزت و احترام سے محروم تھی، اسے تمام برائیوں کا سبب اور قابل نفرت تصور کیا جاتا تھا، یونانی، رومی، ایرانی اور زمانہ جاہلیت کی تہذیبوں اور ثقافتوں میں عورت کو ثانوی حیثیت سے بھی کمتر درجہ دیا جاتا تھا۔ مگر عورت کی عظمت، احترام اور اس کی صحیح حیثیت کا واضح تصور اسلام کے علاوہ کہیں نظر نہیں آتا۔ اسلام نے عورت کو مختلف نظریات و تصورات کے محدود دائرے سے نکال کر بحیثیت انسان کے عورت کو مرد کے برابر درجہ دیا، اسلام کے علاوہ باقی تمام تہذیبوں نے خصوصًا مغرب جو آج عورت کی آزادی، عظمت اور معاشرے میں اس کو مقام و منصب دلوانے کا سہرا اپنے سر باندھنا چاہتا ہے۔ لیکن اس معاشرے نے ہمیشہ عورت کے حقوق کو سبوتاژ کیا، اور عورت کو اپنی محکومہ اور مملوکہ بنا کر رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی مختلف تہذیبوں، اقوام و ملل نے عورت کے لیے صدہا قانون بنائے مگر یہ قدرت کا کرشمہ ہے کہ عورت نے اسلام کے سوا اپنے حقوق کی کہیں داد نہ پائی۔

عورتوں کی آزادی کا نعرہ بلند کرنے والے امریکہ میں آج تک کوئی خاتون صدر نہیں بن سکی ہے جبکہ آج سے تقریبا ایک ہزار سال قبل شمس الدین التمش نے اپنی صاحب زادی رضیہ سلطان کو حکمراں بنا دیا تھا اور صرف ایشا بلکہ پوری دنیا میں رضیہ سلطان کو اولین خاتون حکمراں ہونے کا شرف حاصل ہے، آر ایس ایس سب سے مضبوط اور طاقتور تنظیم ہے، لیکن عورتوں کے لیے اس کے یہاں کوئی جگہ نہیں ہے، تنظیم کے اصول میں لکھا ہوا ہے کہ اس کی ممبر شپ صرف مردوں کو دی جائے گی جب کہ اسلام میں ہر جگہ خواتین کو نمائندگی دی گئی ہے اور جہاں جانے سے خواتین کو روکا گیا ہے تو وہ ان کے اعزاز اور احترام میں ہے، حقوق کی پاسبانی کے لیے پابندی رکھی گئی ہے۔

اسلام نے صرف فکری اور نظری اعتبار سے ہی عورت کا مقام و مرتبہ بلند نہیں کیا بلکہ قانون کے ذریعے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی اور مردوں کے ظلم کی روک تھام کا موثر انتظام کر دیا ہے جہاں شرع نے مرد کو ناگزیر حالت کی بنا پر طلاق دینے کا اختیار سونپ رکھا ہے وہاں عورتوں کو بھی کسی معقول وجہ کے باعث مرد سے طلاق لینے کا اختیار دلایا ہے جسے خلع کہا جاتا ہے اور اس طرح فریقین کو ایک مکمل مساوات پر لا کھڑا کیا ہے۔ اسلام نے عورت کو تحصیل علم میں مرد کے برابر اجازت دی ہے۔ اسلام نے عورت کو وراثت میں حصہ دار بنایا ہے۔ اسلام سے پہلے عورت کی گواہی کبھی بھی معتبر نہیں تھی۔ اسلام نے اس کی گواہی کو معتبر کیا اور عورت کی عصمت کو حدود اللہ میں شمار کیا ہے اس کے خلاف جرم کو معاشرے کے خلاف سمجھا گیا ہے۔ محض انفرادی مجرم نہیں بنایا گیا اس اعتبار سے آج تک دنیا کی کوئی ترقی یافتہ قوم اسلام کی گرد بھی نہ پاسکی۔ اسلام نے عورت کو اظہار خیال کی آزادی دی ہے۔

خواتین کی اہمیت کے پیش نظر محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوں، وہ اچھی طرح ان کی پرورش کرلے تو یہی لڑکیاں اس کے لیے دوزخ میں آڑ بن جائیں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کی حیثیت کو بہتر بنانے کے لیے مردوں کو بار بار تاکید فرمائی، کہ وہ عورتوں سے بہتر سلوک کریں۔ دنیا کی بہترین نعمتوں میں سے بہترین نعمت نیک بیوی ہے۔ عرب معاشرے میں مرد اپنی بیٹیوں کو پیدائش کے وقت زندہ دفن کر دیتے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں جینے کا حق دیا۔ عورتوں کا تحفظ، جس طرح کیا، اس کی مثال دنیا کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام میں عورت کو وہ درجہ دیا جو آج کے جدید مغربی معاشرے میں بھی اسے حاصل نہیں۔

مجھے ایک مسلمان خاتون ہونے پر فخر ہے۔ اچھی طرح احساس ہے کہ اسلام نے ہمیں تمام حقوق دیئے ہیں کہیں پر بھی ہماری سے کوئی زیادتی نہیں کی ہے، ہم پر ہماری صلاحیت کے مطابق ذمہ داریاں عائد کی ہے، ہماری خوشحال زندگی کا دارومدار اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہے اور اسی میں دنیا و آخرات کی کامیابی مل سکتی ہے۔ ▪▪▪

فکرونظر

وقف قانون

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکرو بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: **مبارک حسین مصباحی**

*جولائی 2025 کا عنوان — قربانی کے سماجی پہلو

*اگست 2025 کا عنوان — سیرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے درخشاں نقوش

فقط خدا سے ہی انصاف کی امید رکھو

از: حافظ افتخار احمد قادری

عدلیہ مقننہ اور عاملہ میں عدلیہ کی اہمیت اس اعتبار سے زیادہ ہے کہ وہ مقننہ اور عاملہ کے فیصلوں کی جانچ کا حق رکھتی ہے۔ پارلیمنٹ اسمبلی یا پھر حکومت جب کبھی دستور اور قانون کے خلاف کوئی فیصلہ کرے تو عدلیہ کو اختیار ہے کہ وہ مداخلت کرے۔ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ عدلیہ کو دستور اور قانون کے محافظ کا درجہ حاصل ہے۔ ملک کی تاریخ میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں جہاں عدلیہ نے غیر دستوری طور پر معزول کی گئی حکومتوں کو بحال کیا۔ عدلیہ آج بھی آزاد اور غیر جانبدار ہے اور جب کوئی حکومت اور نظم ونسق سے مایوس ہو جائے تو اس کا آخری سہارا عدلیہ ہے۔ حالیہ چند برسوں میں عدلیہ کی غیر جانب داری اور آزادی پر سوال اٹھنے لگے ہیں۔ ماہرین قانون اور دستور کی رائے کے مطابق جب سے عدلیہ کے امور میں حکومت کی مداخلت ہونے لگی اس وقت سے حکومتوں کے اشارہ پر فیصلے آنے لگے۔ عدلیہ کے تقررات اور ترقی میں جب سے میرٹ کی جگہ پیروی اور سفارش چلنے لگی فیصلوں پر اثر پڑنے لگا۔ بابری مسجد کے بارے میں سپریم کورٹ کے فیصلہ نے عدلیہ کے وقار کو مجروح کر دیا تھا کیونکہ رام مندر کے حق میں فیصلہ کے فوری بعد اس وقت کے چیف جسٹس کو راجیہ سبھا کی نشست بطور تحفہ پیش کی گئی تھی۔ اس طرح کی کئی مثالیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح عدلیہ کی آزادی کو قید کرنے کی کوشش کی گئی۔

عدلیہ کا کام دستور کا تحفظ اور پاس داری ہے جس کے تحت مختلف مذاہب کے پرسنل لاز بھی آتے ہیں۔ دستور میں ہر شہری کو اپنی پسند کا مذہب اختیار کرنے اور اس کی ترویج کی اجازت دی ہے۔ ہر مذہب کا ماننے والا اپنی شریعت پر عمل کرنے کے لیے آزاد ہے۔ ہر شہری کو اپنی پسند کی غذا اور لباس کے بارے میں اختیارات کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ شریعت کے تحفظ کے بجاے اگر عدالت شریعت کی تشریح کرنے لگ جائے تو پھر علما کی ضرورت کیا رہے گی۔ بھارت میں دیگر مذاہب کے

iftikharahmadquadri@gmail.com

اقلیتی طبقات کے پرسنل لامحفوظ ہیں اور کسی حکومت نے ان کے پرسنل لا میں تبدیلی تو دور کی بات ہے کسی نکتہ پر اعتراض کرنے کی جسارت نہیں کی لیکن شریعت اسلامی کے خلاف عدلیہ کے فیصلوں اور حکومتوں کی قانون سازی عام ہو چکی ہے۔ ملک کی دوسری بڑی اکثریت اور سب سے بڑی اقلیت کے لیے عدلیہ اور حکومتوں کا رویہ تعصب اور جانب داری پر مبنی کیوں ہے؟ ظاہر ہے جس سے خطرہ محسوس ہوا سے ٹارگٹ کیا جاتا ہے۔ اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر دنیا بھر میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔ لہذا! خطرہ محسوس کرتے ہوئے اسلام اور مسلم دشمن طاقتوں نے شرعی احکامات میں خامیاں تلاش کرنی شروع کردیں۔ کبھی قانون سازی اسمبلی اور پارلیمنٹ میں کی گئی تو کبھی عدالتوں کا سہارا لیا گیا۔ دیگر مذاہب اور اقلیتی طبقات کے پرسنل لامحفوظ ہونے کی ایک اہم وجہ ان طبقات میں اتحاد ہے۔ سکھوں سے ان کی روایات کو کوئی طاقت چیلنج کر کے دکھائے۔ بدھسٹ اور جین کی مذہبی رسومات پر کسی حکومت اور عدالت نے انگلی نہیں اٹھائی۔ بر خلاف اس کے شریعت اسلامی میں وقتاً فوقتاً مداخلت کا سلسلہ جاری ہے جس کے لیے مسلمانوں کی بے حسی ذمہ دار ہے۔ چھوٹے طبقات متحد ہیں اور مسلمان آج کئی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ مسلمان جب متحد تھے تو راجیو گاندھی حکومت کو دستوری ترمیم کے ذریعہ شریعت کے خلاف عدالت کے فیصلہ کو کالعدم کرنا پڑا لیکن آج مسلمانوں کی مذہبی اور سیاسی قیادتیں اپنا اثر کھو چکی ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے بجائے جب مفادات کو ترجیح دی جائے تو جرات، بے باکی اور حوصلہ مندی کی جگہ مصلحت پسندی، بزدلی اور کنارہ کشی جیسی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ مذہبی اور سیاسی قیادتوں کی بد خدمتی نے مسلمانوں کا وقار ختم کر دیا۔

شریعت میں مداخلت پر بے حسی کا شکار مسلمانوں اور ان کی قیادتوں کو تامل ناڈو کے عوام سے سبق لینا چاہیے جنھوں نے محض ایک تہذیبی روایت کے تحفظ کے لیے سڑکوں پر نکل کر مرکز کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ سپریم کورٹ نے ایک قدیم روایت جل کٹو پر پابندی لگادی جس میں جانوروں کی دوڑ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ روایت مذہبی نہیں بلکہ ایک سماجی تہوار کا حصہ ہے لیکن چینائی کا ہر فرد سڑک پر بیٹھ گیا۔ مرکز نے پارلیمنٹ میں قانون سازی کے ذریعہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کو کالعدم کرتے ہوئے جل کٹو روایت کو برقرار رکھا۔ یہ تھی عوامی طاقت حالانکہ یہ کوئی مذہبی مسئلہ نہیں تھا لیکن افسوس! کہ شریعت اسلامی پر مسلسل وار ہو رہے ہیں لیکن مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہونے کو تیار نہیں۔ اس کی ایک وجہ شریعت سے دوری اور عدم وابستگی ہے۔ جس چیز سے دلچسپی ہو انسان اس کے نقصان پر بے چین ہو جاتا ہے اور اسے بچانے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتا ہے لیکن یہاں شریعت سے تعلق محض رسمی بن کر رہ گیا ہے۔ طلاق ثلاثہ، حجاب کے بعد مسلمانوں کو اب اوقاف سے علحدہ کرنے کی سازش ہے۔ طلاق ثلاثہ کے خلاف قانون سازی کے وقت مسلمان دینی حمیت کا مظاہرہ کرتے تو آج یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ شریعت میں کیا ضروری ہے کیا نہیں اس کا فیصلہ علماء اور مفتیان کرام کے بجائے عدالت کے ججس کرنے لگیں تو ملک کا کیا ہوگا؟ جب دستور میں ہر شہری کو پسند اختیار کرنے کا حق دیا ہے تو حکومت اور عدالت کو پابندی کا اختیار کس طرح مل گیا۔

وقف ان جائیدادوں کو کہا جاتا ہے جو مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور مذہبی مقاصد کے لیے مخصوص ہوتی ہیں۔ وقف شدہ جائیداد کو بیچنا یا کسی اور مقصد کے لیے استعمال کرنا منع ہے۔ اس کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ جائیداد کا مالک اسے اللہ کے نام پر چھوڑ دیتا ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے اسی مقصد کے لیے مخصوص رہتی ہے۔ لیکن حکومت نے اس پر بھی قبضہ کرنے کی مکمل تیاری کر رکھی ہے۔ مرکزی حکومت کے ذریعے وقف ترمیمی بل لائے جانے سے جہاں مسلمانوں میں برہمی پائی جارہی ہے وہیں

اس کے خلاف بڑے پیمانے پر درخواستیں دائر کی جارہی ہیں اور سپریم کورٹ سے مطالبہ کیا جارہا ہے کہ غیر آئینی ترامیم کو کالعدم قرار دیا جائے۔ سپریم کورٹ کے سینئر وکیل کپل سبل اور اے ایم سنگھوی نے بینچ کے سامنے فوری سماعت کی اپیل کی۔ اب تک کئی عرضیاں اس ایکٹ کے خلاف سپریم کورٹ میں داخل کی جاچکی ہے۔ ڈی ایم کے نے وقف ترمیمی بل کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا ہے۔ ان کی درخواست میں کہا گیا کہ اس سے تمل ناڈو کے تقریباً50 لاکھ اور ملک بھر کے 20 کروڑ مسلمانوں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ تمل ناڈو اسمبلی نے 27 مارچ کو ایک قرارداد منظور کی جس میں مرکز پر زور دیا گیا کہ وہ بل واپس لے۔ جے پی سی کے ارکان کے اعتراضات پر غور کئے بغیر بل کو منظور کر لیا گیا۔ اس کے علاوہ کانگریس کے رکن پارلیمنٹ عمران پرتاپ گڑھی بھی وقف ترمیمی بل کے خلاف سپریم کورٹ پہنچے ہیں۔ منی پور کے ایم ایل اے شیخ نور الحسن نے کہا کہ وقف ترمیمی ایکٹ 2025 مسلمانوں کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ میں ذاتی طور پر اس پر تنقید کرتا ہوں اور اس قانون کو مسترد کرتا ہوں۔

پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے وقف ترمیمی بل کو منظوری دے دی جس میں وقف بورڈ میں شفافیت بڑھانے سمیت کئی اہم دفعات شامل ہیں۔ صدر جمہوریہ نے بھی اپنی منظوری دے دی ہے۔ اس ترمیمی بل کے قانون کی شکل اختیار کرنے کے بعد مرکزی حکومت اس قانون کے نفاذ کے لیے قواعد وضوابط تیار کرے گی جو وقف املاک کے انتظام وانصرام کے طریقہ کار کو واضح کریں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے اثرات فوری طور پر ملک کی وقف املاک اور مسلم برادری پر نمایاں ہوں گے۔ اتر پردیش میں تو اس کے آثار ابھی سے نظر آنے لگے ہیں۔ حالاں کہ حکومت کا دعویٰ ہے کہ اس ترمیمی قانون سے ملک میں غریب اور پسماندہ مسلمانوں اور اس کمیونٹی کے بچوں اور خواتین کی حالت کو بہتر بنانے میں بہت مدد ملے گی۔ ترمیمی وقف قانون کا مقصد بظاہر وقف املاک کے نظم ونسق کو بہتر بنانا اور شفافیت لانا بتایا جارہا ہے لیکن اس کے بعض شقوں نے مسلم رہنماؤں اور تنظیموں میں تشویش پیدا کر دی ہے۔ اس قانون کے تحت وقف بورڈز کے ڈھانچے میں تبدیلیاں، جائیدادوں کے رجسٹریشن کے لیے نئے ضابطے اور سرکاری حکام کو زیادہ اختیارات دیے گئے ہیں۔ ماہرین کے مطابق اگر اس قانون سے وقف بورڈز کا کنٹرول مسلم برادری کے ہاتھوں سے جزوی طور پر نکل کر سرکاری اداروں کے پاس جا سکتا ہے اس سے وقف جائیدادوں پر ناجائز قبضوں کو روکنے میں مدد مل سکتی ہے لیکن ساتھ ہی ان املاک کے مذہبی اور فلاحی مقاصد کے استعمال پر بھی روک لگ سکتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر حکومت کسی وقف جائیداد کو ترقیاتی منصوبوں کے لیے استعمال کرنا چاہے تو اسے قانونی جواز مل سکتا ہے جو روایتی وقف کے تصور کے منافی ہے۔ اس قانون کے حامیوں کا دعویٰ ہے کہ یہ قانون وقف املاک سے ہونے والی آمدنی کو غریب اور پس ماندہ مسلمانوں تک پہنچانے میں مددگار ہوگا۔ اس قانون کے ناقدین کا خیال ہے کہ یہ بل مسلم برادری کے مذہبی حقوق پر حملہ ہے۔ اپوزیشن لیڈران اسے آئین کے آرٹیکل 25 اور 26 کی خلاف ورزی قرار دیتے رہے ہیں جو مذہبی آزادی اور جائیداد کے حقوق کی ضمانت دیتے ہیں۔ اگر سرکاری مداخلت بڑھ گئی تو وقف کے اصل مقاصد مساجد مدارس اور خیراتی اداروں کی دیکھ بھال متاثر ہو سکتے ہیں جو مسلم برادری کے لیے نقصان دہ ہوگا۔

جہاں تک پس ماندہ مسلمانوں کے حوالے سے قانون کے ممکنہ فوائد کی بات ہے تو اس سلسلے میں ابھی اتنا ہی سوچا جاسکتا ہے کہ اگر وقف املاک کی آمدنی کا درست حساب کتاب ہو اور اسے سماجی بہبود کے منصوبوں میں لگایا جائے تو غریب مسلم بچوں کی تعلیم، یتیم خانوں کی دیکھ بھال اور صحت کی سہولیات بہتر

ہوسکتی ہیں۔ساتھ ہی ناجائز قبضوں کے خاتمے سے ان جائیدادوں کی آمدنی بڑھ سکتی ہے جو براہ راست پس ماندہ طبقات تک پہنچائی جاسکتی ہے۔ تاہم یہ فائدے اسی صورت میں ممکن ہیں جب قانون کا نفاذ غیر جانب دارانہ اور مسلم برادری کے مشورے سے ہو جو موجودہ سیاسی ماحول میں مشکل دکھائی دیتا ہے۔کل حالات کیسے رہیں گے آج ان کے حوالے سے کچھ کہنا مشکل ہے لیکن یہ طے ہے کہ ترمیمی وقف قانون کے نفاذ بعد موروثی وقف املاک کے تحفظ کے لیے مسلمانوں کو فعال کردار ادا کرنا ہوگا۔ سب سے پہلے اپنی وقف جائیدادوں کے درست رجسٹریشن اور دستاویزات اپڈیشن ضروری ہوگا۔ چوں کہ نئے قانون کے ذریعہ وقف بائی یوزر کے بندوبست کو ختم کر کے سرکاری حکام کو وقف جائیدادوں کی حیثیت اور نوعیت کو جانچنے اور فیصلہ سنانے کا اختیار مل گیا ہے۔اس لیے قانون کے ماہرین سے مشورہ لے کر وقف املاک کے تحفظ کی تدابیر کی جاسکتی ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ وقف ترمیمی بل نے ملک کے مسلمانوں اور دیگر امن و انصاف پسند شہریوں کو طرح طرح کے خدشات میں مبتلا کر دیا ہے۔ایک طرف انتظامی بہتری اور پسماندہ طبقات کے فوائد کے دعوے ہیں تو دوسری طرف مذہبی آزادی اور موروثی وقف جائیدادوں (مساجد، مدارس، تعلیمی وفلاحی اداروں، خانقاہوں، امام باڑوں، درگاہوں، قبرستانوں وغیرہ) پر خطرات منڈلا رہے ہیں۔ماہرین کا ماننا ہے کہ اس قانون کا اصل اثر اس کے نفاذ کے طریقہ کار اور سرکاری نیت پر منحصر ہوگا۔مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اسے صرف سیاسی تنازع نہ سمجھیں بلکہ اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے قانونی سماجی اور تنظیمی سطح پر ہر طرح سے مضبوطی کے ساتھ ڈٹے رہیں۔ ■■■

مسلمانوں کے حقوق پر شب خون

از: افتخار گیلانی

ایسی حکومت، جس کے پاس ایک بھی مسلم رکن پارلیمنٹ نہیں، مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے راگ الاپتی ہے، جب کہ اس کا سیاسی ڈھانچہ نفرت انگیز تقاریر، حاشیے پر ڈالنے والی پالیسیوں اور مسلمانوں کو قانونی جال میں جکڑنے کی مہم چلا رہا ہے۔

غالباً 2018 میں جب جموں و کشمیر کے گورنر نریندر ناتھ ووہرا کی مدت ختم ہو رہی تھی دہلی میں ان کے ممکنہ جانشین کے بطور ریٹائرڈ لیفٹننٹ جنرل سید عطا حسنین کا نام گردش کر رہا تھا۔جنرل حسنین جو سرینگر میں موجود فوج کی چنار یا 15 ویں کور کے کمانڈر رہ چکے تھے، کے کشمیر میں بطور گورنر کی ممکنہ تعیناتی پر میں چونک سا گیا تھا۔

ان ہی دنوں انڈیا انٹرنیشنل سینٹر میں سر راہ ملاقات کے دوران میں نے ان سے پوچھا کہ اس خبر کا ماخذ کیا ہے؟ تو ان کا کہنا تھا کہ نہایت ہی اعلیٰ ذرائع سے ان کو بتایا گیا ہے کہ وہ اس عہدے کے لیے تیار رہیں۔میں نے ان سے کہا، چاہے وہ کتنے ہی سیکولر کیوں نہ ہوں، ان کا نام مسلمانوں جیسا ہے، اس لیے وہ اس عہدہ کے تقاضوں پر پورے نہیں اترتے ہیں۔اب ان کے چونکنے کی باری تھی۔میں نے بتایا کہ جموں و کشمیر کا گورنر ویشنو دیوی شرائن بورڈ اور امرناتھ شرائن بورڈ کا چیئرمین بھی ہوتا ہے۔

ان دونوں تیرتھ استھانوں کے ایکٹ میں واضح طور پر درج ہے کہ اس کا چیئرمین ایک ہندو ہی ہوسکتا ہے۔یہی ہوا کہ چند روز بعد ایک ہندو ستیہ پال ملک کو گورنری کی دستار تفویض کی گئی۔یعنی ایک مسلم اکثریتی خطہ ہونے کے باوجود جموں و کشمیر کا

گورنر یا لیفٹننٹ گورنر مسلمان نہیں ہوسکتا ہے، کیونکہ وہ ہندو استھانوں کے انتظام وانصرام کا ذمہ دار بھی ہوتا ہے۔

ستم ظریفی دیکھیے ابھی حال ہی میں ہندوستانی پارلیامنٹ نے سوسال قدیم مسلم وقف قانون کو رد کرکے ایک نیا قانون پاس کرکے اس میں یہ لازم قرار دیا کہ مرکزی وقف کونسل اور ریاستی وقف بورڈز کے بیش تر اراکین غیر مسلم ہونے چاہیے۔

سابقہ قانون کے تحت دونوں اداروں کے تمام اراکین کا مسلمان ہونا ضروری تھا۔ اب اس میں غیر مسلم اراکین کی لازمی شمولیت متعیّن کر دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ مرکزی وقف کونسل میں 22 میں سے 12 اراکین غیر مسلم ہوں گے اور ریاستی وقف بورڈز میں 11 میں سے 7 اراکین غیر مسلم ہوسکتے ہیں۔ چار مسلم اراکین میں دو خواتین کا ہونا لازمی ہے۔

ان اراکین اور چیئرمین کو اب حکومت نامزد کرے گی۔ نیز ریاستی وقف بورڈ کے چیف ایگزیکٹو آفیسر کا بھی مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے۔ وقف جائیدادوں کے تنازعوں کا نپٹارا کرنے کے لیے قائم وقف ٹربیونل میں مسلم ماہر قانون کی موجودگی لازمی ہوتی تھی۔ اب ٹربیونل صرف ایک موجودہ یا سابقہ ڈسٹرکٹ جج اور ایک ریاستی افسر پر مشتمل ہوگا۔ مہاراشٹرا میں شری سائی بابا ٹرسٹ کا قانون کہتا ہے کہ جو افسر وہاں کام کرے گا اسے سائی بابا کا عقیدت مند ہونا چاہیے اور اسے ڈیکلریشن دینا پڑتا ہے۔

اسی طرح دیگر ہندو یا دیگر مذاہب کے مٹھوں یا عبادت گاہوں کے انتظام وانصرام کے لیے اسی مذہب کا ہونا لازمی ہے، تاکہ وہ دل وجان اور عقیدہ کے ساتھ اس ادارے کی خدمت کرسکے۔

یہ نیا قانون کس قدر متعصّبانہ حد تک ظالمانہ ہے کہ اس کی ایک اور شق کے مطابق اب صرف ایسا شخص ہی وقف یا اسلامی مذہبی وفلاحی مقاصد کے لیے زمین یا جائیداد عطیہ کرسکتا ہے، جو کم از کم پانچ سال سے باعمل مسلمان ہونے کا ثبوت پیش کرے گا۔

وہ دین داری کا ثبوت کیسے فراہم کرے گا اس کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ کیا کسی سند کی ضرورت ہوگی یا علما کی تصدیق درکار ہوگی؟ اور یہ فیصلہ کون کرے گا کہ وہ پچھلے پانچ سال سے باعمل مسلمان ہے یا اسلام پر عمل پیرا ہونے کا معیار کیا ہے؟

یعنی یہ قانون غیر مسلموں کو وقف بورڈز میں شامل ہونے اور اس کا انتظام وانصرام چلانے کی اجازت دیتا ہے، مگر اگر وہ وقف کے کاموں کے لیے عطیہ دینا چاہیں گے، تو اس کی اجازت نہیں دیتا ہے۔

تنگ نظری اور تعصب کی عینک پہن کر بنایا گیا یہ قانون تضادات کا عجیب مجموعہ ہے۔ اسی طرح اگر کوئی متولی وقف جائیداد بیچتا ہے تو پہلے دوسال کی سزا تھی، اس کو اب چھ ماہ کر دیا گیا ہے۔

پہلے یہ جرم ناقابل ضمانت (نان بیل ایبل) تھا، اس کو قابل ضمانت (بیل ایبل) بنا دیا گیا ہے۔ اگر کسی جائیداد پر حکومت اور وقف بورڈ کا تنازعہ ہے، تو اب وہ وقف نہیں مانی جائے گی۔ کلکٹر ایسے معاملات میں اپنی رپورٹ ریاستی حکومت کو دے گا اور مالکانہ ریکارڈ میں تبدیلی کرے گا۔

دارالحکومت دہلی کے سینٹرل گورنمنٹ آفس کمپلیکس کا بیشتر حصہ جس میں خفیہ ایجنسی راء سمیت سینٹرل بیورو آف انویسٹی گیشن سمیت کئی سرکاری اداروں کے صدر دفاتر وقف کی زمینوں پر تعمیر کیے گئے ہیں، اب ہمیشہ کے لیے وقف کی دسترس سے باہر ہوگئے ہیں۔

ایک بار انٹرویو کے دوران مسلم لیڈر اور بابری مسجد ایکشن کمیٹی کے رکن مرحوم جاوید حبیب نے مجھے کہا تھا کہ بابری مسجد کی شہادت کا سانحہ اس خطے کی جدید تاریخ کے پانچ بڑے واقعات میں سے ایک ہے۔ پہلا 1857ء کی جنگ آزادی، دوسرا 1920ء میں مہاتما گاندھی کی قیادت میں کانگریس کا نیا آئین اور سوراج کا مطالبہ، تیسرا 1947ء میں تقسیم ہند اور آزادی، چوتھا 1971ء میں بنگلہ دیش کا وجود میں آنا اور پانچواں 1984ء میں سکھوں کی مقدس عبادت گاہ گولڈن ٹمپل پر حملہ اور 1992ء

میں بابری مسجد کا انہدام ‘جو دراصل اعتماد کا انہدام تھا۔

اگر وہ زندہ ہوتے تو ریاست جموں وکشمیر کی 2019 میں خصوصی حیثیت کے خاتمہ اور اب 2025 میں صدیوں سے مسلمانوں کی طرف سے وقف کی گئی زمینوں، جائیدادوں، جن سے مساجد، مدرسے اور متعدّد تعلیمی اور رفاعی ادارے چلتے ہیں، کے مالکانہ حق پر شب خون مارنے، کو بھی اس فہرست میں شامل کر دیتے۔ بقول سابق رکن پارلیامنٹ محمد ادیب بابری مسجد تو بس ایک عبادت گاہ تھی، اب تو اس نئے وقف قانون سے ہندوستان کی سبھی مساجد ودر گاہوں کا مستقبل داؤ پر لگ گیا ہے۔

پچھلی دو دہائیوں سے سکھ اکثریتی صوبہ پنجاب سے اکثر خبریں آتی تھیں کہ مقامی سکھ خاندان یا کسان اپنے علاقوں میں 1947 سے غیر آباد مساجد کو دوبارہ آباد کرانے یا نئی مساجد بنانے کے لیے اپنی زمینیں بطور عطیہ دے رہے ہیں۔ اس طرح کے کم وبیش دو سو سے زیادہ واقعات رپورٹ ہوئے ہیں۔

چونکہ اس صوبہ میں مسلم آبادی ہی ایک فیصد سے کم ہے، اس لیے مسلمان ان مساجد کو آباد کر ہی نہیں سکتے ہیں، کیوں کہ اکثر دیہی علاقوں میں دور دور تک ان کی آبادی ہی نہیں ہے۔ رواں برس کے اوائل میں ہی ضلع مالیر کوٹلہ کے ایک گاؤں عمر پورہ میں سکھ جندر سنگھ نونی اور ان کے بھائی اوینندر سنگھ نے مسجد کی تعمیر کے لیے کئی ایکڑ زرعی زمین وقف کر دی۔

ان کا کہنا تھا کہ چونکہ ان کے گاؤں میں آباد مسلمان گھرانوں کے پاس عبادت کے لیے کوئی مسجد نہیں تھی، اس لیے انھوں نے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے یہ زمین عطیہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ دیگر سکھوں تجونت سنگھ اور رویندر سنگھ گریوال نے مسجد کی تعمیر میں مالی معاونت فراہم کی۔

وہ ریاست جہاں مسلمانوں کی آبادی محض 1.9 فیصد ہے اور جہاں 1947 میں خوں ریز فسادات ہوئے تھے، اب ایک خاموش انقلاب، یعنی فرقہ وارانہ رواداری کی نقیب بنی ہوئی ہے۔

اسی طرح جٹوال کلاں نامی سکھ اکثریتی گاؤں میں، جہاں مشکل سے درجن بھر مسلم گھرانے آباد ہیں، ایک نئی مسجد تقریبًا مکمل ہو چکی ہے۔ یہ سب سکھوں کی زمین اور مالی عطیات کی بدولت ممکن ہوا۔ اب نئے وقف قانون کی رو سے پنجاب میں سکھ خاندانوں کی جانب سے مسلمانوں کے لیے عطیہ کی گئی سیکڑوں زمینیں کالعدم یا غیر قانونی قرار پائیں گی۔ ایک سکھ سرپنچ کے مطابق اگر یہ قانون پہلے سے نافذ ہوتا تو وہ مسجد بنانے میں مدد نہیں کر سکتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ معاملہ صرف عطیہ کا نہیں، بلکہ مشترکہ زندگیوں کا ہے اور حکومت ایسی یکجہتی کی راہ میں کیسے رکاوٹ ڈال سکتی ہے۔

اعداد و شمار کے مطابق ہندوستان میں وقف کی 8 لاکھ 72 ہزار جائیدادیں ہیں، جن میں زرعی اور غیر زرعی زمینیں، ایک لاکھ سے زائد مساجد، مکانات اور تیس ہزار کے قریب درگاہیں شامل ہیں۔ جن میں سے 7 فیصد پر قبضہ ہے، 2 فیصد مقدمات میں ہیں اور 50 فیصد کی حالت نامعلوم ہے۔ 2013 میں منموہن سنگھ کی قیادت میں کانگریسی حکومت نے وقف پراپرٹی پر قبضوں کے خلاف جو سخت قانون بنایا تھا، اس کی وجہ سے 21 لاکھ ایکڑ کی زمین واگزار کرائی گئی تھی۔

اس طرح وقف کی ملکیتی زمینیں 18 لاکھ ایکڑ سے 39 لاکھ ایکڑ تک بڑھ گئی تھیں۔ ہندو فرقہ کو لام بند کرنے کے لیے ایک پروپیگنڈہ کیا گیا کہ مسلمانوں نے زمینوں پر قبضہ کیا ہوا ہے اور ساتھ ہی یہ ابہام بھی پھیلایا گیا کہ ہندوستان میں ریلوے اور محکمہ دفاع کے بعد سب سے زیادہ جائیداد وقف کی ہے۔

حالاں کہ سچ یہ ہے کہ صرف چار ریاستوں تامل ناڈو، آندھرا پردیش، تلنگانہ اور اڑیسہ میں ہندو مٹھوں و مندروں کے پاس 10 لاکھ ایکڑ اراضی ہے۔ اگر اس میں دیگر ریاستیں، خاص طور پر شمالی ہندوستان کی اتر پردیش اور بہار کو شامل کیا جائے تو یہ وقف کے پاس موجود اراضی سے کئی گنا زیادہ ہوں گی۔ اسی

طرح مسیحی برادری بھی ہر شہر میں پرائم پراپرٹی کی مالک ہے۔

سیاسی تجزیہ کار سنجے کے جھانے لکھا کہ یہ قانون دراصل فرقہ وارانہ شکوک پیدا کرنے کی بڑی سازش کا حصہ ہے، جسے حکومت عوام کی بھلائی کے نام پر پیش کر رہی ہے۔ وزیر اعظم نریندر مودی حکومت کا یہ دعویٰ کہ اس نے وقف بل مسلمانوں کی فلاح کے لیے لایا ہے، آزاد ہندوستان کی تاریخ کا بدترین سیاسی فریب ہے۔

اس جھوٹ کو بیچنے کا جو حوصلہ حکومت نے دکھایا ہے وہ ناقابل یقین ہے۔ ان کا مقصد مسلمانوں کو تنہا اور الگ تھلگ کرنا ہے۔ اس قانون کے اثرات پنجاب سے کہیں آگے تک ہیں۔ پورے ہندوستان میں اب بین المذاہب خیرات شک کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

کوئی ہندو یا سکھ اگر کسی مسلم وقف ادارے کو عطیہ دینا چاہے تو پہلے اُسے مذہب تبدیل کرنا ہوگا اور پانچ سال انتظار کرنا پڑے گا۔ یوں خیرات کا جذبہ سرکاری دھندلکوں میں الجھ کر رہ جائے گا۔

عمر پورہ اور جٹوال کلاں جیسے دیہاتوں میں سکھ اور مسلمان آج بھی مل کر بستیاں بساتے ہیں۔ مگر قانون کی نظر میں اب ان کی محبت اور بھائی چارہ قابلِ گرفت بھی ہو سکتی ہے۔

اسی طرح اب کسی بھی زمین کو وقف تسلیم کرنے کے لیے اس کی باضابطہ رجسٹریشن اور متعلقہ دستاویزات درکار ہوں گی۔

اب اگر سلاطین، تغلق یا مغل دور میں کوئی زمین وقف ہوئی ہو، اس کے دستاویزات کہاں سے لائیں جائیں گے۔ جموں و کشمیر وقف بورڈ کے اعداد و شمار کے مطابق، اس کے زیر انتظام 3300 جائیدادیں تقریباً 32000 کنال (تقریباً 4000 ایکڑ) زمین ہے۔ تاہم ایک بڑا حصہ — خصوصاً خانقاہیں، امام بارگاہیں، لنگر گاہیں اور قبرستان — ابھی تک غیر دستاویزی یا جزوی طور پر رجسٹرڈ ہیں۔

دیہی کشمیر میں ان مقامات کی بنیاد کئی نسلیں پہلے رکھی گئی تھی، اور انھیں رسمی قانونی طریقہ کار کے بجائے کمیونٹی کے مسلسل استعمال کے ذریعے سند حاصل ہوئی تھی۔ "استعمال کے ذریعے وقف" یعنی "وقف بائی یوز" کی شق کے خاتمے کے بعد، یہ مقامات اب دوبارہ درجہ بندی، تنازعے یاحتیٰ کہ دوبارہ استعمال کے خطرے سے دوچار ہو سکتے ہیں۔ قانونی تحفظ، جو کبھی تسلسل اور اجتماعی یادداشت سے حاصل ہوتا تھا، اب مکمل طور پر تحریری دستاویزات پر منحصر ہو گیا ہے۔

تاریخی طور پر کشمیر میں، جیسے کہ برصغیر کے بیشتر حصوں میں، مذہبی اور فلاحی زمینیں اکثر باہمی اعتماد اور زبانی معاہدوں کی بنیاد پر قائم ہوتی تھیں۔ جہاں بزرگ کسی درخت تلے نماز پڑھنے بیٹھتے، وہاں مسجد وجود میں آجاتی؛ جہاں کسی گاؤں کے پہلے شہید کو دفنایا جاتا، وہاں قبرستان بن جاتا؛ اور جہاں کوئی صوفی اپنی جائے نماز بچھاتا، وہاں خانقاہ کی بنیاد پڑتی۔

"استعمال کے ذریعے وقف" کا اصول ایسے مقامات کو قانونی حیثیت دیتا تھا، چاہے کوئی تحریری ثبوت موجود نہ ہو۔ نیا قانون محض کوئی سرکاری ضابطے کی تبدیلی نہیں بلکہ ایک گہری تہذیبی تبدیلی ہے۔

کشمیر کے بیش تر علاقوں میں بے شمار قبرستان، خانقاہیں اور دینی مدارس مقامی افراد، محلوں یا گاؤں کی کمیٹیوں کے ذریعے چلائے جا رہے ہیں، جن کے پاس کوئی تحریری دستاویزات نہیں، مگر خدمت کے طویل اور بے داغ ریکارڈ ضرور ہیں

نیا قانون ان جائیدادوں پر ریاستی اداروں یا نجی ترقیاتی منصوبوں کے قبضے کا راستہ ہموار کر سکتا ہے، خصوصاً جدید کاری یا شہری منصوبہ بندی کے نام پر۔

دفعہ 370 کی منسوخی اور مرکزی انتظام کے بعد، اس اقدام کو کشمیر کے مزید ذہنی، ثقافتی اور سیاسی زوال کا حصہ سمجھا جا رہا ہے۔ کبھی ان جائیدادوں کا محافظ سمجھے جانے والا جموں و کشمیر وقف بورڈ اب بے دست و پا نظر آتا ہے۔

وقف ترمیمی قانون کی منظوری نے اتر پردیش میں تقریباً 98فیصد وقف جائیدادوں کو غیر یقینی صورت حال سے دوچار کر دیا ہے۔ وقف کی پوری جائیدادوں کا 27 فیصد حصہ اسی صوبہ میں ہے۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد اب تک ریونیو ریکارڈز میں درج نہیں ہے۔ نئے قانون کے تحت وقف جائیدادوں کے فیصلے کا اختیار وقف بورڈ سے منتقل ہو کر ضلع مجسٹریٹ کے پاس اب ہوگا، جو زرعی سال 1359ھ (1952ء) کے ریونیو ریکارڈز کی بنیاد پر فیصلہ دیں گے۔ ترمیم کا اطلاق ان 57792 سرکاری جائیدادوں پر ہوگا، جو مختلف اضلاع میں پھیلی ہوئی ہیں اور مجموعی طور پر 11712 ایکڑ پر محیط ہیں۔

تیس سے زائد مسلم دانشوروں، جن میں سابق بیوروکریٹ، یونیورسٹی اساتذہ، قانون دان، سیاستدان وغیرہ شامل ہیں نے ایک مشترکہ بیان میں شکایت کی ہے کہ پارلیامنٹ کی طرف سے وقف ایکٹ کی منظوری نے مسلم کمیونٹی کو مایوس اور الگ تھلگ کر دیا ہے۔

ان کے مطابق آئین ہند میں دیے گئے ان کے آئینی حقوق نظر انداز کر دیے گئے ہیں۔ اس عمل نے مسلم نوجوانوں میں بیگانگی کا احساس پیدا کیا ہے، جو اب اپنے ملک کے سیاسی منظرنامے میں اپنی جگہ کے بارے میں سوالات اٹھا رہے ہیں۔

اس گروپ میں جس میں کئی سابق اعلیٰ فوجی افسران، جیسے لیفٹننٹ جنرل ضمیر الدین شاہ، سابق پولیس سربراہ محمد وزیر انصاری شامل ہیں، کا کہنا ہے کہ موجودہ حالات دل دہلا دینے والے ہیں اور ان کے آباء و اجداد کے وژن کے بالکل برعکس ہیں، جنھوں نے جامع مشترکہ قومیت کا تصور کیا تھا جہاں تمام اقوام ہم آہنگی کے ساتھ رہ سکیں گی۔

حیدر آباد کے ممبر پارلیامنٹ اور آل انڈیا مجلس اتحاد المسلمین کے سربراہ اسد الدین اویسی کے مطابق یہ وقف ترمیمی ایکٹ ہندوستان کے مسلمانوں کے ایمان اور عبادت پر ایک حملہ ہے۔ پارلیامنٹ میں اپنی تقریر میں انھوں نے کہا کہ نریندر مودی کی حکومت نے اس ملک کی سب سے بڑی اقلیت کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے اور یہ جنگ آزادی، سماجی و معاشی سرگرمیوں اور شہریت پر تو تھی ہی، اب مدارس، مساجد، خانقاہوں اور درگاہوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

ہندو، سکھ، جین اور بدھ مت کے ماننے والوں کی وقف کی گئی جائیدادوں کا تحفظ برقرار رہے گا، کیوں کہ ان کے قوانین کو تحفظ حاصل ہے اور ان کا انتظام خود ان کے ہاتھوں میں ہے۔ کوئی بھی غیر مذہب ان کے لیے عطیہ دے سکتا ہے اور ان کے انڈومنٹس کا تحفظ ہوگا۔ ان پر لاء آف لیمیٹیشن کا اطلاق نہیں ہوگا۔

اویسی کا کہنا تھا کہ مسلمانوں سے وقف بائی یوزر چھینا گیا ہے، مگر دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے لیے چھوٹ ہے۔ ہندو، بدھ، سکھ مذاہب کو منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کو حاصل کرنے اور اس کے انتظام کا حق حاصل ہے، مگر صرف مسلمانوں سے یہ حق چھینا گیا ہے۔ دہلی میں 271 وقف جائیدادیں محکمہ آثار قدیمہ کے کنٹرول میں ہیں۔ یہ جائیدادیں اب عملی طور پر مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گئی ہیں، کیونکہ ان کی پاس ان کے مالکانہ حقوق کے دستاویزی ثبوت موجود نہیں ہیں۔

اس میں شمالی ہندوستان کی سب سے پہلی قطب الدین ایبک کی تعمیر کردہ تاریخی مسجد قوت الاسلام بھی ہے، جو قطب مینار کے بغل میں واقع ہے۔ چونکہ تنازعہ کی صورت میں حکومت کے ہی افسر کو فیصلہ کرنا ہے، اسی لیے ایسی صورتوں میں جہاں تنازعہ حکومت کے کسی محکمہ کے ساتھ ہے، تو اس پراپرٹی کا خدا ہی حافظ ہے۔ وقف بائی یوزر میں جب کوئی افسر کہہ دے گا کہ یہ وقف کی جائیداد نہیں ہے، تو وقف بورڈ خاموش بیٹھ جائے گا اور کوئی کارروائی نہیں کرے گا، کیونکہ ان کے چیئرمین حکومت کے نامزد کردہ ہوں گے۔

اس قانون کے ذریعے شاید مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ ان کی حالت ایسی ہو چکی ہے — **(باقی ص:54 پر)**

نقد و نظر

شانِ علی

قرآن و حدیث کی روشنی میں

تبصرہ نگار: مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

امیر المومنین، شیر خدا، مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں خلافت راشدہ میں چوتھے، بارگاہِ الٰہی سے سابقین اولین میں شمار ہونے کا شرف پایا، رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی کفالت میں پرورش پائی اور اہل بیت نبوت میں ہونے کا خصوصی شرف بھی۔ دس سال کی عمر میں بچوں میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے، سفر و حضر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہے، اسلام اور داعی اسلام کا ہمیشہ دفاع کیا، اسلام کے لیے بڑی قربانیاں پیش کیں اور بارگاہِ رب العزت سے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ کا خصوصی تمغہ حاصل ہوا پوری زندگی اسلام کے لیے وقف تھی۔ قرآن وحدیث میں آپ کی بہت ساری فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، قرآن مجید کی متعدد آیات آپ کے حق میں نازل ہوئیں، ان کے علاوہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بے شمار مواقع پر آپ کی شان و عظمت کو صحابۂ کرام کے درمیان بیان فرمایا۔

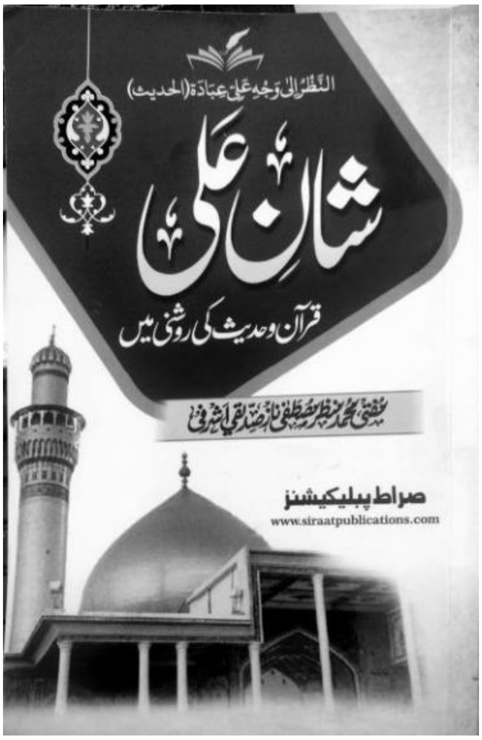

آپ کی سیرت و فضیلت پر لا تعداد کتابیں منصۂ شہود میں آچکی ہیں، آپ کے فضائل میں سب سے زیادہ احادیث مروی ہیں، آپ کے خصائص و مناقب پر بہت کچھ لکھا گیا، لکھا جا رہا ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی لکھا جاتا رہے گا۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی زیر تبصرہ کتاب "شان علی قرآن واحادیث کی روشنی میں" بھی ہے۔ اس کے مؤلف مفتی محمد منتظر مصطفیٰ ناز صدیقی ہیں، بہترین قلم کار، صاحب طرز انشا پرداز، کامیاب مدرس اور عمدہ خطیب ہیں، آپ کے کئی ایک علمی شاہ کار منصۂ شہود پر آکر علمی حلقوں میں مقبولِ عام کی سند سے بہرہ ور ہو چکے ہیں۔

مذکورہ کتاب ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے، کتاب کی ابتدا میں مولانا جمشید مصباحی کی لکھی گئی منقبت شامل ہے، جماعت اہل سنت کے دو علما کی تقاریظ ہیں، جب کہ تقدیم کے عنوان سے مفتی محمد شاہد رضا برکاتی نے اپنی قلم کاریوں کے گل کھلائے ہیں۔ اس کتاب

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

میں مؤلف نے مولیٰ علی کی فضیلت میں پندرہ قرآنی آیات نقل فرما کر تفاسیر کی روشنی میں شانِ نزول رقم کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابیِ رسول جن کے عادات و اطوار اور افعال کو رب تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید کا حصہ بنا دیا ہے۔ مولف کتاب نے پندرہ آیات کریمہ کی نشاندہی کی ہے، خود مصنف لکھتے ہیں:

”یوں تو بے شمار آیات قرآنیہ کی مصداق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں جن میں سے کچھ آیات پر حضرت علی کے سوا کسی کو عمل کرنے کا موقع نصیب نہیں ہوا لیکن میں یہاں اپنے عنوان کے پیش نظر پندرہ آیات قرآنیہ پیش کرتا ہوں۔“ (ص:20)

حضرت علی کی فضیلت میں صرف یہ پندرہ آیات ہی وارد نہیں ہوئیں بلکہ ان کے علاوہ اور بھی آیات ہیں، مصنف کتاب کی نقل کردہ آیات کے علاوہ یہاں ہم مزید تین آیات نقل کرنے کا شرف حاصل کر رہے، مفسرین نے ان کے بارے میں یہ جزم فرمایا کہ ان کے مصداق مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں:

(1)- :”اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّھَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً“(البقرۃ:274)

تفسیر بغوی میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبّاسٍ فِي قَوْلِهِ: ﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوالَهم بِاللَّيْلِ والنَّهارِ سِرًّا وعَلانِيَةً﴾ قالَ: نَزَلَتْ في عَلِيِّ بْنِ أبِي طالِبٍ، كانَتْ لَهُ أرْبَعَةُ دَراهِمَ، فَأنْفَقَ بِاللَّيْلِ دِرْهَمًا، وبِالنَّهارِ دِرْهَمًا، وسِرًّا دِرْهَمًا، وعَلانِيَةً دِرْهَمًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں:”اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّھَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً“(البقرۃ:۲۷۴)”وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر“۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان کے پاس صرف چار درہم تھے، تو انھوں نے ایک درہم رات کے وقت خرچ کیا، ایک دن کے وقت، ایک پوشیدہ طور پر، اور ایک علانیہ۔

اللہ تعالیٰ کو ان کو یہ عمل اس قدر پسند آیا کہ ان کے اس عمل کی تعریف میں یہ آیت نازل فرمائی۔

(2)- ”اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ.“(التوبۃ)

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

وَقَالَ الْحَسَنُ، وَالشَّعْبِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ، نَزَلَتْ فِي عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَطَلْحَةَ بْنِ شَيْبَةَ، افْتَخَرُوا فَقَالَ طَلْحَةُ: أَنَا صَاحِبُ الْبَيْتِ بِيَدِي مِفْتَاحُهُ، وَقَالَ الْعَبَّاسُ: أَنَا صَاحِبُ السِّقَايَةِ وَالْقَائِمُ عَلَيْهَا، وَقَالَ عَلِيٌّ، مَا أَدْرِي مَا تَقُولُونَ لَقَدْ صَلَّيْتُ إِلَى الْقِبْلَةِ سِتَّةَ أَشْهُرٍ قَبْلَ النَّاسِ وَأَنَا صَاحِبُ الْجِهَادِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ﴾.

یہ روایت حضرت حسن، شعبی، اور محمد بن کعب قرظی سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں: یہ آیت ”اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ.“

ترجمہ:" تو کیا تم نے حاجیوں کی سبیل اور مسجد حرام کی خدمت اس کے برابر ٹھہرا لی جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔

یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عباس بن

عبدالمطلب، اور طلحہ بن شیبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ واقعہ یوں ہوا کہ ان تینوں نے ایک دوسرے کے سامنے فخر کا اظہار کیا:

طلحہ بن شیبہ نے کہا: میں بیت اللہ کا متولی ہوں، اور چابی میرے ہاتھ میں ہے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے کہا: میں حاجیوں کو پانی پلانے والا ہوں اور اسی پر مامور ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تمھاری باتوں کا علم نہیں، لیکن میں نے لوگوں سے چھ ماہ پہلے قبلہ رخ نماز پڑھی، اور میں جہاد کا علم بردار ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ان باتوں کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو واضح فرمادیا۔

(3)-"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ." (البینہ:7)

در منثور میں ہے:

وأخْرَجَ ابْنُ عَساكِرَ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ الله قالَ «كُنّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأقْبَلَ عَلِيٌّ فَقالَ النَّبِيُّ ﷺ: والَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إنَّ هَذا وشِيعَتَهُ لَهُمُ الفائِزُونَ يَوْمَ القِيامَةِ ونَزَلَتْ ﴿إنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وعَمِلُوا الصّالِحاتِ أُولَئِكَ هم خَيْرُ البَرِيَّةِ﴾ فكانَ أصْحابُ النَّبِيِّ ﷺ إذا أقْبَلَ عَلِيٌّ قالُوا: قَدْ جاءَ خَيْرُ البَرِيَّةِ.

یہ روایت امام ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، حضرت جابر فرماتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! بے شک یہ (علی) اور اس کے محبین و پیروکار قیامت کے دن کامیاب ہونے والے ہیں۔

پھر یہ آیت نازل ہوئی:

"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ." (البینہ:7)

ترجمہ: بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

حضرت جابر مزید فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے صحابہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آتے ہوئے دیکھتے تو کہتے: "خَيرُ البَرِيَّة" (یعنی: سب مخلوق میں بہترین شخص آگیا ہے)۔

یہ حدیث مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت، اُن کے اخلاص، اور اُن کے مخلص پیروکاروں کی آخرت میں کامیابی پر ایک روشن دلیل ہے۔

اس طرح سے مولف کتاب نے شانِ علی میں پندرہ احادیث مرفوعہ اور پندرہ احادیث موقوفہ نقل کی ہیں، لکھتے ہیں:

"میں نے اپنے عنوان کے تحت قرآن پاک کی تقریباً ۱۵ آیتیں پیش کیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان آیات کریمہ کے مصداق یا تو تن تنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں یا مصداق میں دیگر صحابہ کے ساتھ حضرت علی بھی شریک ہیں۔ آیات قرآنیہ کی طرح بے شمار احادیث کریمہ بھی شانِ علی میں موجود ہیں۔ بلکہ جتنی احادیث حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کی فضیلت میں آئی ہیں دوسرے صحابۂ کرام کے لیے نہیں ہیں۔" (ص:37،38)

کتاب کے آخر میں مولا علی کے اقوال زریں مختلف کتابوں سے چن کر پیش کیے گئے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کر سکتا ہے۔

کتاب کا ٹائٹل عمدہ اور دیدہ زیب ہے، کاغذ بھی معیاری ہے، پروف کی غلطیاں کم ہیں۔

شائقین مطالعہ صراط پبلی کیشنز سے کتاب حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی دیگر کتابوں کی طرح اس کتاب کو بھی مقبول انام بنائے، آمین۔

**

صدائے بازگشت

ماہ نامہ اشرفیہ: دین و ادب کی دنیا کا مینارۂ نور

محترم مدیرِ اعلیٰ، ماہنامہ اشرفیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جب "ماہنامہ اشرفیہ" کا ذکر زبان پر آتا ہے، تو دل میں علم و ادب کی ایک ایسی خوشبو محسوس ہوتی ہے جو زمانے کی گردشوں کے باوجود اپنی تازگی برقرار رکھتی ہے۔ یہ رسالہ دینِ اسلام کی روشنی، علمی بصیرت، اور ادبی ذوق کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے۔ آپ کی ادارت میں یہ صرف ایک علمی جریدہ نہیں، بلکہ دین و ادب کی دنیا میں ایک مینارۂ نور بن چکا ہے۔

ماہنامہ اشرفیہ کی ہر اشاعت علم و عرفان کے نئے پہلو سامنے لاتی ہے۔ اس کے صفحات پر بکھرے ہوئے الفاظ ایک ایسے چمن کی تصویر پیش کرتے ہیں جہاں ہر پھول علم و حکمت کے رنگوں سے مزین ہے۔ قاری ان صفحات میں نہ صرف اپنے عقیدے کی گہرائیوں کو ٹٹولتا ہے، بلکہ اس کے دل و دماغ میں دین کے لیے محبت کا ایک نیا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ آپ کی زیرِ قیادت، یہ ماہنامہ علم و ادب کی دنیا میں ایک ایسی مثال قائم کر رہا ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ ہوگی۔

گزشتہ دنوں عرس حافظ ملت علیہ الرحمۃ کے موقع پر "پچاسویں گولڈن جوبلی" تقریب کی خبر نے دل کو ایک عجیب سی مسرت بخشی۔ یہ تقریب نہ صرف حافظ ملت علیہ الرحمۃ کی علمی و اصلاحی خدمات کا اعتراف تھی بلکہ ان کے مشن کی تجدید کا ایک بامقصد پیغام بھی۔ حضرت عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ کی قیادت میں اس تقریب کا ہر لمحہ علم و روحانیت سے بھرپور تھا۔

جب یہ تقریب اپنے جوبن پر تھی، تو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے جامعہ اشرفیہ کی فضاؤں میں علم و عرفان کے دیے روشن ہو رہے ہوں۔ حافظ ملت علیہ الرحمۃ کی شخصیت، ان کی کاوشوں اور ان کے مشن کو بیان کرنے والے ہر لفظ میں ایک سچائی اور تاثیر چھپی ہوئی تھی۔ حضرت عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ کا خطاب سامعین کو ماضی کے روشن دور میں لے گیا اور ان کے قلوب کو اس عظیم ذمہ داری کا احساس دلایا جو ہم پر عائد ہوتی ہے۔

یہ تقریب اس بات کی عکاس تھی کہ حافظ ملت علیہ الرحمۃ کا مشن صرف تاریخ کے صفحات تک محدود نہیں، بلکہ آج بھی زندہ ہے اور ہم سے تقاضا کر رہا ہے کہ ہم دین کی خدمت کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کریں۔ ماہنامہ اشرفیہ نے اس تقریب کو اپنی تحریریں اور مضامین کے ذریعے جس خوبی سے پیش کیا، وہ آپ کی ادبی بصیرت اور قلم کی تاثیر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

دعا ہے کہ "ماہنامہ اشرفیہ" ہمیشہ اسی طرح علم و ادب کا چراغ جلاتا رہے، اور آپ کی رہنمائی میں یہ مشن ترقی کے بلند ترین مقامات پر پہنچے۔ والسلام آپ کا مخلص

مسرور عالم مصباحی

ڈائریکٹر: جامعہ حافظ ملت آن لائن

ماہ نامہ اشرفیہ: دین و ادب کی دنیا کا مینارۂ نور

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ما شاء اللہ! بڑا مدلل اور مفصل اداریہ ہے۔ احادیث

مبارکہ اور سیرت طیبہ کی روشنی میں حسن اخلاق اور اس کی مختلف جہتوں پر جو آپ نے سیر حاصل گفتگو اس سے دل پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور عام قاری بھی حسن اخلاق کے زیور سے خود کو آراستہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے زبان وقلم میں مزید تاثیر عطا فرمائے آمین یارب العالمین

اداریہ کے شروع میں آپ نے جو کلمات خیر رقم فرمائے وہ آپ کی محبت کے غماز ہیں، یہ وہی رقم کر سکتا ہے جو قرآنی تعلیمات کے حوالے سے کام کی اہمیت کو سمجھتا ہے اور اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ آپ کی حوصلہ افزائی کے لیے ممنون ہوں۔

جب آپ حج کو تشریف لے گئے تو آپ کے لیے جو الوداعیہ محفل رکھی گئی اس میں آپ نے ایک شعر پڑھا جس میں طائف میں ایک طرف سے پتھر اور ایک طرف سے دعا چلنے کا ذکر تھا، آج آپ کے مضمون میں وہی شعر مل گیا تو بڑی خوشی ہوئی۔ والسلام حبیب اللہ بیگ ازہری

استاذ جامعہ اشرفیہ

دینی کتب ورسائل فری تقسیم کرنے والے اشاعتی اداروں کی ضرورت

مکرمی! 1980ء کے لگ بھگ اہل سنت کے اندر کئی ادارے وجود میں آئے جیسے مجلس رضا، مجلس امام اعظم ابوحنیفہ، ادارہ تحقیقات احمد رضا وغیرہ ان اداروں نے امام اہل سنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف اور آپ کی شخصیت وتعلیمات سے متعلق مستند لٹریچر شائع کرکے وسیع پیمانے پر عام کیا اور اسے فری تقسیم کیا۔ اس لٹریچر کا بڑا حصہ جدید اداروں سے وابستہ افراد اور پڑھے لکھے طبقہ تک پہنچایا گیا۔ اس طرح امام اہل سنت اور ان کے مسلک سے متعلق درست معلومات لوگوں تک پہنچی۔ اس طرز پر دنیا میں اور بھی کئی اداروں نے کام کیا جیسے فیصل آباد کا ایک ادارہ اب بھی یہ خدمت سرانجام دے رہا ہے۔

اسی طرح جمعیت اشاعت اہل سنت، کراچی نے بھی علمائے اہل سنت کے قدیم وجدید رسائل کی اشاعت کرکے ملک بھر میں انھیں عوام اور اہل علم تک فری پہنچایا اور تسلسل کے ساتھ یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس ادارے کی طرف سے فری میں لاکھوں کی تعداد میں کتابوں کی تقسیم کی جا چکی ہیں۔

مرکزی مجلس رضا، لاہور کی طرف سے اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ ضیائے طیبہ، کراچی کی طرف سے بھی وقفہ وقفہ سے کتب کی اشاعت وتقسیم کا کام ہوتا رہتا ہے۔ ہند میں بھی کچھ ادارے حالات کے مطابق یہ کام کرتے ہیں۔ اسی طرح نوجوان فاضل محترم ومکرم مولانا بشارت صدیقی نے بھی اپنی نگرانی میں علمائے اہل سنت سے بہت سے اہم موضوعات پر کتب ورسائل لکھوا کر اپنے ادارے اشرفیہ فاؤنڈیشن، حیدرآباد، ہند سے ان کی اشاعت وتقسیم کا کام کیا ہے۔ اہل سنت کو اس طرح کے درجنوں نئے اداروں کی مزید ضرورت ہے جو علمائے اہل سنت کی قدیم کتب کو تحقیق، تخریج وتحشیہ اور نوجوان علما کی اہم موضوعات پر جدید کتب کو شائع اور فری تقسیم کا بیڑا اٹھائیں۔

تجارتی ادارے ہمیشہ اپنا نفع پیش نظر رکھتے ہیں اس لیے ان کی ترجیح صرف وہ کتب ہوتی ہیں جو زیادہ سے زیادہ پرافٹ دیں، اسی وجہ سے یہ ادارے بڑی کتب میں زیادہ ہاتھ ڈالتے ہیں۔ جب کہ وہ ادارے جو کتب و رسائل کو فری تقسیم کرتے ہیں ان کے پیش نظر تجارتی فوائد نہیں بلکہ دینی خدمت کا جذبہ اور سہولت پیدا کرنا ہوتا ہے اس لیے یہ ادارے اپنے بجٹ کے پیش نظر زیادہ تر رسائل کو شائع اور تقسیم کرتے ہیں۔

ان اشاعتی اداروں کا یہ بہت بڑا فائدہ ہوتا ہے کہ علما کے وہ رسائل جنھیں تجارتی ادارے شائع نہیں کرتے وہ یہاں سے شائع ہو کر شائقین مطالعہ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ اس طرح قدیم لٹریچر تحقیق کے بعد سامنے آتا ہے اور جدید لٹریچر کی اشاعت کے بعد حفاظت ہو جاتی ہے۔ صرف جمعیت اشاعت اہل سنت کی طرف سے ہمیں اکابر کے بہت سے نایاب رسائل وتحقیقات کا

مطالعہ و استفادہ کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس لیے جمعیت اشاعت اہل سنت کی طرز پر مزید نئے ادارے بنائے جائیں جو ہر ماہ علماے اہل سنت کے رسائل کو شائع کر کے عام کریں۔

اس طرح کے ادارے کون چلا سکتا ہے ؟

1: یہ کوئی زیادہ مشکل نہیں اہل سنت کے تمام بڑے جامعات اور خانقاہیں اپنے ہاں ایک نئے شعبہ ریسرچ اور نشر و اشاعت کا اضافہ کریں اور کام شروع کر دیں۔ بڑے جامعات کے پاس وسائل اور ٹیم سب کچھ ہوتا ہے بس توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

2: اسی طرح سرمایہ دار افراد اپنی خیرات و صدقات کو اِدھر اُدھر خرچ کرنے کی بجائے علم کو عام کرنے کے لیے لگا سکتے ہیں۔ اس کے لیے وہ اس فیلڈ کے علماے اہل سنت سے رابطہ کر کے وسائل فراہم کرنے کی ذمہ داری اٹھائیں۔

3: نوجوان علما جو چھوٹے بڑے دیگر ادارے کامیابی سے چلا رہے ہیں وہ اس طرف بھی توجہ دیں۔

4: فلاحی تنظیمیں جو مختلف طرح کے پروجیکٹس پر کام کرتی ہیں وہ بھی نشر و اشاعت کا شعبہ قائم کر کے اہل علم کی تالیفات کو عام کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

5: بڑے تجارتی ادارے بھی دل بڑا کریں اور وقفہ وقفہ سے اہل علم کے رسائل کو شائع کروا کر فری تقسیم کر دیا کریں۔

6: بڑی خانقاہوں کو بھی چاہیے کہ آگے بڑھیں اور اپنے مریدین و متوسلین کے عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے اپنے ہاں شعبہ ریسرچ اور نشر و اشاعت قائم کریں اور علماے اہل سنت کی تحقیقات کو عام کریں۔ میرا مشاہدہ ہے کہ جو بڑے جامعات، ادارے یا خانقاہیں اپنے ہاں ریسرچ سینٹر قائم نہیں کر رہے اور نشر و اشاعت کی طرف توجہ نہیں دے رہے وہ بہت پیچھے چلے گئے ہیں۔ از: **ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی**

(فاضل جامعۃ المدینہ، فیضان مدینہ، اوکاڑا)

(ص:48 کا بقیہ)- جیسے جنگل میں چرواہا بکریوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا ہے اور ان کی دیکھ بھال بھیڑیوں کے سپرد کر دی گئی ہے، جو اس کو شیر سے بچانے کے نام پر خود نوچ رہے ہیں۔

بتایا جاتا ہے کہ وسط ایشیاء پر روس کے قبضے کے بعد سب سے پہلے اوقاف ضبط کیے گئے تھے، تاکہ مساجد اور مدرسوں کے وسائل ختم کرائے جائیں۔ جب عوام نے چندہ جمع کر کے مسجدیں چلانا شروع کیں، تو چندہ ٹیکس لگایا گیا۔

لوگوں نے اب گھروں میں نمازیں ادا کرنا شروع کیں، مساجد ویران ہو گئیں۔ مقامی کمیونسٹ پارٹی کے یونٹ قرار دار پاس کرتے کہ مسجد ویران ہے، اس لیے اسکو رفاہی کاموں کے لیے مختص کیا جائے۔ اس طرح مسجد کو شہید کروایا جاتا اور کسی اور تصرف میں لایا جاتا۔

ایک چیز خوش آئند ہے کہ ہندوستانی مسلم زعما کو یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ ان کو کنارے لگایا گیا ہے۔ ورنہ جب ان سے درخواست کی جاتی کہ کشمیر میں ہو رہے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر کچھ ہونٹ تو ہلائیں، تو ان کے منہ کا ذائقہ خراب ہو جاتا تھا۔ اس وقت اکثر مارٹن نیمولر کی اس نظم کی عملی تفسیر تھے۔

- پہلے وہ سوشلسٹوں کے پیچھے آئے، اور میں خاموش رہا —کیونکہ میں سوشلسٹ نہیں تھا۔
- پھر وہ ٹریڈ یونین کے کارکنوں کے پیچھے آئے، اور میں خاموش رہا—کیونکہ میں ٹریڈ یونین کا کارکن نہیں تھا۔
- پھر وہ یہودیوں کے پیچھے آئے، اور میں خاموش رہا—کیونکہ میں یہودی نہیں تھا۔
- پھر وہ میرے پیچھے آئے—اور بولنے والا کوئی نہ بچا تھا۔

شاید ہندوستان میں مسلمان ابھی تک خوش قسمت ہیں کہ ایک ذی ہوش طبقہ ابھی بھی ان کے ساتھ کھڑا ہے۔ ان کو ساتھ لے کر ہی ان کی داد رسی ہو سکتی ہے اور ان کی عبادت گاہوں کو تحفظ فراہم ہو سکے گا۔ ■■■

فلسطین حامی محمود خلیل کا ”دی واشنگٹن پوسٹ“ کو خط

فلسطین حامی محمود خلیل نے ملک بدری کے تعلق سے اپنی سماعت سے قبل دی واشنگٹن پوسٹ کو خط لکھ کر امریکہ میں انصاف کے نظام میں ناانصافی کی نشاندہی کی۔

کولمبیا یونیورسٹی کے گریجویٹ محمود خلیل، جنھیں فلسطین حامی احتجاج کے لیے امیگریشن اور کسٹم انفورسمنٹ کے ذریعے حراست میں لیا گیا تھا، نے امریکہ میں انصاف کے نظام میں ناانصافی کے تعلق سے بات چیت کی۔ انھوں نے نیویارک سٹی میں واقع اپنی یونیورسٹی میں فلسطین کے حق میں ریلیوں میں حصہ لیا تھا، اس جرم کی پاداش میں انھیں حراست میں لیا گیا اور ایک عدالتی سماعت میں جج کی طرف سے یہ فیصلہ سنایا گیا کہ انھیں امریکہ سے ملک بدر کیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ خارجہ پالیسی کے لیے خطرہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ 17 اپریل 2025 کو محمود خلیل نے اپنی سماعت سے قبل اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے امریکی اخبار دی واشنگٹن پوسٹ کو ایک خط لکھا:

”جمعہ کو میں امیگریشن جج کے کمرہ عدالت میں بیٹھا ہوا تھا جہاں جج یہ طے کر رہے تھے کہ امریکی حکومت میری مستقل قانونی شہریت اور حکومت کے میرے خلاف بے بنیاد دعوؤں کے باوجود مجھے ملک بدر کرے گی یا نہیں؟ ان کے زیادہ تر ثبوت سنسنی خیز ٹیبلوئیڈ سے اخذ شدہ ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ ٹرمپ انتظامیہ کس طرح اپنے انسدادی ایجنڈے کے نفاذ کے لیے امیگریشن کے قانون کا استحصال کر رہی ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ کس طرح تیز رفتاری سے میرے کیس کی سماعت کی گئی اور فیصلہ سنایا گیا اور مناسب کارروائی کے بجائے سوچے سمجھے کارروائی کی جا رہی ہے۔ دوسری طرف، میں ان لوگوں کے بارے میں سوچتا ہوں جن کے ساتھ میں قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہا ہوں اور جن میں سے بہت سے قیدی مہینوں یا برسوں سے اپنی سماعت کا انتظار کر رہے ہیں۔ کولمبیا یونیورسٹی کے مظاہرین طلبہ سے آزادی اظہار رائے کے حق کو ان سے چھینتے ہوئے انھیں حراست میں کیوں لیا جا رہا ہے، اسرائیل کے مسلسل دسیوں ہزار فلسطینیوں کے قتل کے خلاف احتجاج کے بعد میرے آئینی حقوق مجھ سے کیوں چھینے جا رہے ہیں۔ کولمبیا کے ہزاروں طلبہ، جن میں مسلمان، یہودی اور عیسائی وغیرہ شامل ہیں، کی طرح میں بھی تمام انسانوں کے لیے اتحاد پر یقین رکھتا ہوں۔ میں انسانی شناخت کا قائل ہوں میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ میرے لوگوں کو یہ حق دیا جائے کہ جب وہ نیلے آسمان کو دیکھیں تو انھیں کسی میزائل کے گرنے کا خوف نہ ہو۔ حقوق صرف انہی لوگوں کیلیے ہیں جن کے پاس طاقت ہے، علاوہ ازیں غریب، سیاہ فام اور ناانصافی کے خلاف مزاحمت کرنے والوں کو ان کے حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ یونیورسٹیوں اور طلبہ پر کریک ڈاؤن یہ ظاہر کرتا ہے کہ حکومت فلسطینی کی آزادی کے خیال کو مین اسٹریم میں داخل ہوتا دیکھ کتنی خوفزدہ ہے۔ کیا اسی لیے ٹرمپ انتظامیہ مجھے ملک بدر نہیں کر رہی اور ارادی طور پر لوگوں کو اس بارے میں گمراہ کر رہی ہے کہ میں کون ہوں اور میں کس کے لیے کھڑا ہوں۔“

محمود خلیل نے کہا کہ انھوں نے واشنگٹن پوسٹ کو یہ خط اس لیے لکھا ہے تاکہ وہ متنبہ کر سکیں کہ لوگوں کے حقوق ویسے بھی خطرے میں ہیں۔ مجھے امید ہے کہ یہ حقیقت آپ کو اشتعال انگیز کر دے گی کہ شرم ناک انسانی قتل عام کے خلاف احتجاج کرنے کی انسان کی بنیادی فطرت کو نسل پرست پروپیگنڈے اور غیر واضح قوانین کے ذریعے دبایا جا رہا ہے۔ ❋❋

خیر و خبر

تذکرہ علماے اہل سنت اتر دیناج پور کی رسم اجرا

دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ”تذکرہ علماے اہل سنت اتر دیناج پور" کا رسم اجرا مورخہ ۲/ اپریل ۲۰۲۵ء کو جامعہ الزہراء للبنات ناظر پور پران نگر راساکھوا اتر دیناج پور میں تزک واحتشام کے ساتھ عمل میں آیا، جس میں اتر دیناج پور اور قریبی اضلاع کے سیکڑوں علماے کرام اور ارباب علم ودانش نے شرکت فرمائی۔

تقریب رسم اجرا کی صدارت حضرت مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی نے فرمائی جب کہ نظامت کے فرائض مفتی محمد ساجد رضا مصباحی ایڈیٹر سہ ماہی پیغام مصطفی اتر دیناج پور نے انجام دیے۔ خطبۂ استقبالیہ مفتی محمد عارف حسین مصباحی نے پیش کیا۔

واضح رہے کہ ”تذکرہ علماے اہل سنت اتر دیناج پور“ ۱۶۰۰/ صفحات میں دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، جس میں اتر دیناج پور بنگال کے ۲۶۱/ علماے کرام اور مشائخ عظام کے تذکار جمیل شامل ہیں۔ یہ اہم تذکرہ آئینۂ ہند اکیڈمی اتر دیناج پور کے زیر اہتمام مرتب ہوا ہے اور پورے آب و تاب کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آیا ہے، ان دونوں جلدوں کی ترتیب وتہذیب کا گراں قدر کارنامہ حضرت مفتی محمد ساجد رضا مصباحی ایڈیٹر سہ ماہی پیغام مصطفی اتر دیناج اور حضرت مفتی عارف حسین مصباحی استاذ و مفتی دارالعلوم غریب نواز الہ آباد نے انجام دیا ہے، جب کہ تذکرہ نگاران میں مفتی محمد ساجد رضا مصباحی، مفتی محمد عارف حسین مصباحی ، مولانا محمد شارب ضیا مصباحی، مولانا محمد سبحان رضا مصباحی اور مفتی غلام محمد ہاشمی مصباحی کے اسما شامل ہیں۔

تقریب رسم اجرا میں ”تذکرہ علماے اہل سنت اتر دیناج پور“ کی دونوں جلدوں کی رسم اجرا اتر دیناج پور کے مشاہیر علماے کرام ومشائخ عظام کے ہاتھوں عمل میں آئی، اس موقع پر اہل علم وادب نے اس کام کو ایک تاریخی کارنامہ انجام دیتے ہوئے آئینہ ہند اکیڈمی کے ارکان کو مبارک باد پیش کیا۔

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد سجاد عالم رضوی مصباحی اسسٹنٹ پروفیسر وصدر شعبہ تاریخ پریسیڈنسی یونیورسٹی کولکاتا نے ”تذکرہ علماے اہل سنت اتر دیناج پور“ کو اتر دیناج پور کی تاریخ کا سنگ میل قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ صرف یہاں کے رجال علم وادب کی حیات وخدمات کا مرقع ہی نہیں بلکہ اس میں اتر دیناج پور کی علمی وتہذیبی روایتوں کی تاریخ بھی محفوظ ہوگئی ہے۔

معروف محقق ومصنف حضرت مفتی محمد عبد الخبیر اشرفی مصباحی صدر المدرسین جامعہ منظر اسلام التفات گنج امبیڈ کر نگر نے کہا کہ ”تذکرہ علماے اہل سنت اتر دیناج پور“ میں تذکرہ نویسی کے ساتھ علم وادب کے بیش بہا خزانے بھی پوشیدہ ہیں، اس میں علم وادب کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والوں کو مہمیز کرنے کا سامان موجود ہے، کوئی اچھا مصنف بننا چاہتا ہو تو مصنفین کے حالات کا مطالعہ کرے، کوئی اچھا مدرس بننا چاہتا ہو تو اصحاب تدریس کی سرگزشت حیات کو اپنے مطالعہ کے میز کی زینت بنائے اور کوئی ماہر مفتی بننا چاہتا ہو تو مفتیان کرام کے حالات سے آشنائی حاصل کرے۔

معروف عالم ومفتی محقق رضویات حضرت مفتی عیسیٰ رضوی قادری نے تذکرہ علماے اہل سنت اتر دیناج پور کو آئینہ ہند اکیڈمی کا تاریخی کارنامہ قرار دیتے ہوئے کہا یہ ایک قرض تھا جسے

ہمارے نوجوان علمانے اتار دیا۔

حضرت مولانا انوارالحق وارثی مصباحی نے اس کام کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے کہا بحمدہ تعالیٰ اتر دیناج پور کے علما تصنیفی و تحقیقی میدانوں میں نمایاں کارنامے انجام دے رہے ہیں، یہ ضخیم تذکرہ کوئی معمولی کام نہیں بلکہ ایک تاریخی کارنامہ ہے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی بانی و سربراہ مجوزہ امام احمد رضا یونیورسٹی کشن گنج نے فرمایا کہ میری نظر میں یہ ہندوستان میں مرتب ہونے والا سب سے ضخیم اور معیاری تذکرہ ہے جس کو ماہر نوجوان اہل قلم نے آئینہ ہند اکیڈمی کے زیر اہتمام مرتب کیا ہے، یہ ایک بنیادی کام ہے، جسے ہر عام و خاص کو قبولیت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔

حضرت مولانا مجاہد الاسلام نوری بانی جامعہ نوریہ گلشن زہرا سبرام پور اتر دیناج پور نے فرمایا: ”تذکرہ علماے اہل سنت اتر دیناج پور“ کی ترتیب کے ذریعہ ان نوجوان علمانے یہاں کے علما و مشائخ کو زندہ جاوید کردیا ہے، اتر دیناج پور کی تاریخ ہمیشہ ان کے اس کارنامے کو یاد رکھے گی۔

مفتی محمد شعیب عالم نعیمی نے کہا کہ آئینہ ہند اکیڈمی کا یہ ایک انقلابی کارنامہ جسے اتر دیناج پور کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا، ہمیں یہ یقین ہو چلا ہے کہ اس کی بقیہ تین جلدیں بھی جلد منظر عام پر آجائیں گی۔

مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی نے کہا کہ تذکرہ علماے اتر دیناج پور کی ترتیب و تدوین ایک اہم کام ہے جس کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی، آئینہ ہند اکیڈمی کے ارکان مکمل محنت و جستجو کے ذریعہ اس ضرورت کی تکمیل کا سامان کیا، جس کے لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اس موقع پر آئینہ ہند اکیڈمی کی جانب سے اتر دیناج پور کے 6 علماے کرام کی خدمت میں ان کی دینی و علمی خدمات کے اعتراف میں خصوصی اعزاز پیش کیا گیا، جن میں حضرت مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی، حضرت مفتی عیسیٰ رضوی قادری، حضرت مفتی محمد شعیب عالم نعیمی، حضرت مولانا ڈاکٹر محمد سجاد عالم رضوی مصباحی، حضرت مفتی محمد عبدالخبیر اشرفی مصباحی اور حضرت مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی کے نام شامل ہیں۔

حضرت مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی نے اپنے مختصر اور جامع خطبہ صدارت میں تذکرہ نگاری کی اہمیت اور تذکرہ علماے اہل سنت اتر دیناج پور کی ترتیب کی افادیت بیان کرتے ہوئے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، صلاۃ و سلام اور دعا پر پروگرام اختتام پذیر ہوا، پروگرام کے بعد تمام مہمانوں کے لیے ظہرانے کا معقول انتظام تھا۔ اس پروگرام میں اتر دیناج پور کے سیکڑوں علماے کرام نے شرکت فرمائی چند خاص نام یہ ہیں:

مفتی محمد ذوالفقار علی رشیدی مصباحی، مفتی بشیر الدین رضوی، مفتی عیسی رضوی قادری، مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، مفتی محمد شعیب عالم نعیمی، مولانا ڈاکٹر محمد سجاد عالم رضوی مصباحی، مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی، مولانا انوارالحق وارثی مصباحی، مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی، مولانا مسعود احمد مصباحی، مفتی محفل اشرف برکاتی، مفتی محمد تیسیرالدین رضوی، مولانا راہی اللہ نوری، مولانا عبد الحیط نوری، مفتی محمد فیروز عالم مصباحی، مفتی صابر عالم نوری مصباحی، مفتی محمد سمیع اللہ ثقافی، مولانا قاری مسعود عالم رضوی، مفتی شاکر رضا مصباحی، مفتی محمد محبوب عالم نعیمی، مولانا ابرار رضا مصباحی، مولانا مزمل حسین مصباحی، مولانا فہیم اختر مصباحی، مولانا شمیم احمد رشیدی مصباحی، مولانا مختار عالم مصباحی، مولانا اشتیاق احمد مصباحی، مولانا بدر الدجیٰ مصباحی، مولانا عابد حسین مصباحی، مولانا احمد رضا قادری، مفتی صابر رضا محب القادری نعیمی، مولانا عمران رضا مصباحی، مولانا واصل یوسفی مصباحی، مولانا اسمٰعیل رضوی، مولانا شاکر رضا نظامی، مولانا شمس تبریز مصباحی، مولانا شمشیر علی محبوبی، وغیرہ۔

▪▪▪

خیابان حرم

ربط ضبط

رکھتے ہیں جو نبی کی اطاعت سے ربط ضبط
ہوگا انہیں کا خالقِ رحمت سے ربط ضبط

حسانِ مصطفیٰ سے نہیں جس کا رابطہ
اس کا نہیں جہانِ فصاحت سے ربط ضبط

سرکار کی خوشی کی طلب تھی سو یہ کیا
میں نے بڑھایا آپ کی عترت سے ربط ضبط

روشن چراغ عشق نبی طاق دل میں ہے
یعنی کہ ہے نبی کی شفاعت سے ربط ضبط

دوزخ سے والہانہ محبت ہے اس لیے
رکھتا نہیں وہ مالکِ جنت سے ربط ضبط

اس کے بغیر کچھ بھی نہیں زندگی تری
رکھ سرور انام کی سیرت سے ربط ضبط

آقا کو بھیجتا ہوں درودوں کی ڈالیاں
ہے اس لیے مرا گلِ راحت سے ربط ضبط

اس کے بغیر ملتا نہیں موسم بہار
کیوں کر نہ رکھوں ان کی محبت سے ربط ضبط

صحرائے بے گیاہ کا روشن سراب ہے
ہرگز نہ رکھیے تخت حکومت سے ربط ضبط

سرکار نے پسند کیا انکسار کو
اچھا نہیں غرور و رعونت سے ربط ضبط

آنکھوں میں اس کی اس لیے ایماں کی ہے چمک
ہے نور کا رسول کی مدحت سے ربط ضبط

سید محمد نورالحسن نورؔ نوابی قاضی پور شریف

رشکِ قمر

نعت گوئی شہِ بحر و بر کی
ہے کمائی یہی عمر بھر کی

نور پھیلا زمان و مکاں میں
بات نکلی جو رشکِ قمر کی

جب دُرود ہم پڑھیں مصطفیٰ پر
تب ہو قوّت دعا میں اثر کی

جن کے زیرِ قدم عرشِ اعظم
رفعتیں کیا لکھوں اُن کے سر کی

اُن کے عرَقِ بدن کے تصدق
قسمتیں چمکی ہیں مشکِ تر کی

ہے یہ مارہرہ کا فیضِ زرّیں
نعت لکھتا ہوں خیرالبشر کی

میرا طیبہ میں گھر ہو مشاہد
دل میں حسرت نہیں مال و زر کی

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی

ناعتِ سرکار

میخانۂ مدیح کا میخوار بن کے رہ
بازارِ فن میں ناعتِ سرکار بن کے رہ

دل میں جلا کے عشقِ شہنشاہِ بحر و بر
دنیا و آخرت میں چمک دار بن کے رہ

تیری چمک دمک پہ ستارے کریں گے رشک
"ماہِ عرب" کا ذرّۂ پیزار بن کے رہ

سلطانِ کائنات کی سیرت پہ کر عمل
دنیائے دوں میں صاحبِ کردار بن کے رہ

مل جائے گی رضائے خداوندِ ذو الجلال
سرکار کی رضا کا طلب گار بن کے رہ

بیگانہ ان سے جو ہو، اسے دوست مت بنا
اپنے نبی کا سچا وفادار بن کے رہ

گستاخیاں جو کرتے ہیں آقا کی شان میں
ایسوں کے حق میں خنجرِ خونخوار بن کے رہ

بازارِ فن میں نعتیہ یوسف کا اے طفیلؔ
اوروں کے مثل تو بھی خریدار بن کے رہ

از: مولانا طفیل احمد مصباحی

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.28 2023-25

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

June 2025

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔ اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریبًا گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of-

(For Education) برائے تعلیمی چندہ	(For Construction) برائے تعمیری چندہ
(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Central Bank of India** **A/C 3610796165** IFSC. Code: CBIN 0284532	(1) Aljamiatul Ashrafia **Central Bank of India** **A/c 3610803301** IFSC. Code: CBIN 0284532
(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Union Bank of India** **A/C 303001010333366** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301	(2) Aljamiatul Ashrafia **Union Bank of India** **A/c 303002010021744** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301
(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Punjab National Bank** **A/c 05752010021920** IFSC. Code : PUNB0057510	(3) Aljamiatul Ashrafia **Punjab National Bank** **A/c 05752010021910** IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN